*

تقسیم کشمیر کے بارے میں امیر تنظیم اسلامی کی تجویز کے جواب میں

بھارت کی معروف سیاسی شخصیت سید شہاب الدین کا تائیدی مراسلہ

Syed Shahabuddin
IFS (Retd.) Ex-MP

Advocate Supreme Court of India
Editor, Muslim India Monthly

Residence : Flat 404, Block-8
East End Apts, Mayur Vihar-I Ext.
Delhi-110096

Office : Behind 29, Feroze Shah Road
New Delhi-110001

Tel/Fax : 378 2059, Resi. : 271 1354

17 February, 2000

My dear Dr. Asrar Ahmad Saheb,

In the latest issue of your journal, I have seen the solution to the Kashmir problem suggested by you. I am glad that this comes very close to what I have been suggesting since beginning.

My approach is based on the fact that the State is multi-ethnic and historically an artificial construct. Northern Areas and the south western region below the Pir Panjal which are Punjabi-speaking should be incorporated in Pakistan. Ladakh and Jammu should be integrated in India. The Valley of Kashmir which is a geographical, linguistic and cultural entity should enjoy, like Andorra on the border of Spain and France, complete internal autonomy, **under the joint umbrella of India and Pakistan,** which should together underwrite its development and be responsible for its defence and foreign relations

Kashmiris should have access to both India and Pakistan for education, trade and even residence while neither Indians nor Pakisantanis have the right to settle in the Valley.

In my view, this is the only feasible solution which serves the interests of all partners – India, Pakistan and the Kashmiris.

With kind regards,

Yours sincerely,

(SYED SHAHABUDDIN)

(اس خط کا اردو ترجمہ اندرونی سرورق ۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۹
شمارہ :	۳
ذوالحجہ	۱۴۲۰ھ
مارچ	۲۰۰۰ء
فی شمارہ	-/۱۰
سالانہ زرتعاون	-/۱۰۰

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۔

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ)

مقام اشاعت : 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700 فون : 03-02-5869501
فیکس : 5834000 ای میل : anjuman@brain.net.pk.
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور
فون : 6366638-6316638 فیکس : 6305110

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چودھری مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرض احوال ____ ۳
حافظ عاکف سعید

☆ اک دیا اور بجھا ____ ۷
مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
ڈاکٹر اسرار احمد

☆ افاداتِ علی میاںؒ ____ ۱۷
قرآنی مطالعہ اور اس کے آداب
مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

☆ لمحہ فکریہ ____ ۲۹
تجھے کیا ملے گا نماز میں؟ — ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

☆ منہاج المُسلم (۵) ____ ۴۳
اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم السلام پر ایمان — علامہ ابوبکر الجزائری

☆ توضیح و تنقیح ____ ۴۹
"سی ٹی بی ٹی" کی شرعی حیثیت — دار العلوم حقانیہ

☆ گوشہ خواتین ____ ۶۴
سیرت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا — فرزانہ رشید

☆ افہام و تفہیم ____ ۶۹
حاضرینِ درس کے سوالات اور امیر تنظیم اسلامی کے جوابات

☆ افکار و آراء ____ ۷۳
جنرل پرویز مشرف کی خدمت میں چند گزارشات
ملک احمد سرور

☆ حسن انتخاب ____ ۷۸
تاریخ اندلس اور مسلمان — ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

پاک بھارت کشیدگی ایک بار پھر عروج پر ہے۔ نہ صرف یہ کہ کشمیر میں لائن آف کنٹرول پر بھارت کی جانب سے اشتعال انگیز کارروائیاں جاری ہیں بلکہ بھارتی وزیر اعظم کے دہن سے بھی مسلسل نفرت و عداوت کے شرارے نکل رہے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ بھارت پر جنگی جنون پورے طور پر مسلط ہو چکا ہے اور وہ نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر جنگ کی آگ میں کود پڑنا چاہتا ہے۔ دوسری جانب امریکی صدر بل کلنٹن کا دورہ بھی اب کچھ زیادہ دُور نہیں ہے۔ کلنٹن کی پاکستان آمد کو تاحال غیر یقینی بنائے رکھنے اور حتمی فیصلے کو مؤخر کرنے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا کہ پاکستان پر دباؤ ڈال کر امریکہ اپنے کچھ مطالبات منوانا چاہتا ہے جن میں سرفہرست سی ٹی بی ٹی پر دستخط کا مطالبہ ہے جس سے امریکہ کسی طور پر دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ اور یہ بات اب کوئی راز نہیں رہی کہ سی ٹی بی ٹی کے ذریعے پاکستان کو بتدریج اس کی خداداد ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنے کی سازش دراصل یہودی ذہن کی پیداوار ہے جس کی نگاہ میں پاکستان کا یہ ایٹمی پروگرام کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے ___ کلنٹن کے متوقع دورے کا ایک اہم ایجنڈا مسئلہ کشمیر کے حل کا کوئی قابل عمل فارمولا وضع کرنا بھی بتایا جا رہا ہے۔ صدر کلنٹن اپنی مدت صدارتِ مکمل ہونے سے قبل اپنے سینے پر جو نمایاں تمغے سجانا چاہتے ہیں انہی میں ایک مسئلہ کشمیر کے حل کا تاریخی کارنامہ بھی شامل ہے۔

ان حالات میں تنظیم اسلامی کے موقف کا خلاصہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ کے پریس ریلیز کے ذریعے بہتر طور پر سامنے آتا ہے۔ ۴ فروری کے خطاب جمعہ میں امیر تنظیم فرماتے ہیں :

"مسئلہ کشمیر کے حل کے ضمن میں ہارورڈ یونیورسٹی کے تھنک ٹینک کی طرف سے دی گئی تجویز کہ جموں اور لداخ ہندوستان کو دے دیا جائے' جبکہ آزاد کشمیر کو پاکستان کے پاس رہنے دیا جائے اور وادی کشمیر کو آزاد ریاست کا درجہ دے دیا جائے' اس لحاظ سے قابل غور ہے کہ اس کا آدھا حصہ قابل عمل اور آدھا غلط ہے۔ اس تجویز میں خامی یہ ہے کہ وادی کو اگر امریکہ یا یو این او کے رحم و کرم پر آزادی دے دی گئی تو اندیشہ ہے کہ ہارٹ آف ایشیا میں ایک نیا اسرائیل قائم ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کو تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کے طور پر حل کرتے ہوئے اگر ہندو اکثریتی علاقے یعنی جموں اور لداخ کو بھارت میں ضم کر دیا جائے اور موجودہ آزاد کشمیر کو وادی سمیت پاکستان کا حصہ قرار دیا جائے تو یہ بات زیادہ قرین انصاف ہو گی۔ تاہم دوسرے درجے میں اس بات پر بھی

غور ہو سکتا ہے کہ صرف وادی کی حد تک استصواب کرا لیا جائے اور اگر وادی کے لوگ تھرڈ آپشن کے حق میں فیصلہ دیں تو صرف وادی کو اس شرط پر آزاد ریاست کا درجہ دیا جائے کہ اس علاقے کو کسی بیرونی طاقت کا اڈہ نہیں بنایا جائے گا۔ ہماری اقتصادی بدحالی کی بڑی وجہ مسئلہ کشمیر ہے جسے اب ہر حال میں حل ہونا چاہئے اور ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب بھارت اور پاکستان میں موجودہ تناؤ ختم ہو اور افہام و تفہیم کی فضا پیدا ہو۔

امیر تنظیم اسلامی نے چیف ایگزیکٹو کی منتخب ضلعی انتظامیہ کی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اگر ملک میں صدارتی نظام' چھوٹے صوبے اور امریکی طرز کے کاؤنٹی لیول پر اختیارات کی تقسیم پر مبنی نظام رائج کر دیا جائے تو ہمارے بہت سے مسائل کا ازالہ ہو سکتا ہے اور پرویز مشرف صاحب کی یہ سکیم نافذ ہو گئی تو اس کے بہت مثبت نتائج ظاہر ہوں گے۔ انہوں نے افغانستان میں وزراء کونسل کے سربراہ ملا ربانی کے حالیہ دورۂ پاکستان کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس دورے سے پاکستان' افغانستان اور ایران پر مشتمل بلاک کی تشکیل کی راہ ہموار ہوئی ہے"۔

۱۱ فروری کے خطاب جمعہ میں امیر تنظیم نے فرمایا:

"اگر پاکستان پر جنگ مسلط کر دی گئی تو وطن عزیز کا دفاع کرنا مسلح افواج ہی کا نہیں ہر پاکستانی کا دینی و ملی فریضہ ہو گا۔ بھارتی وزیراعظم کے تیور سے لگتا ہے کہ پاکستان کے افق پر جنگ کے بادل چھا چکے ہیں اور تیسری پاک بھارت آل آؤٹ وار کا شدید اندیشہ موجود ہے' کیونکہ واجپائی نے حال ہی میں جالندھر میں جو زہر آلود باتیں کی ہیں وہ کھلم کھلا طبل جنگ بجانے کے مترادف ہے۔ بھارتی وزیراعظم کا صاف الفاظ میں یہ کہہ دینا کہ ہم ۱۹۴۷ء کے بٹوارے ہی کو تسلیم نہیں کرتے اور پاکستان کے خلاف جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک آزاد کشمیر کو بھی واپس نہ لے لیں اور یہ کہ اگر پاکستان نے ایٹمی قوت کا مظاہرہ کیا تو ہم اس سے بڑھ کر کریں گے' ہندو قوم کے سینوں میں موجزن مسلمان دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ واجپائی کا یہ بیان بالخصوص اس موقع پر جبکہ صدر کلنٹن بھارت کا دورہ کرنے والے ہیں' ظاہر کرتا ہے کہ بھارت اس خطے میں تناؤ کی فضا ختم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ اب کھلی حقیقت ہے کہ امریکہ نے اپنا سارا وزن بھارت کے پلڑے میں ڈال دیا ہے اور وہ چین کے مقابلے میں بھارت کو ایک منی سپر پاور کی حیثیت سے ابھارنا چاہتا ہے' چنانچہ ان حالات میں صدر کلنٹن نے اگر صرف بھارت کا دورہ کیا اور پاکستان سے بے اعتنائی برتی تو یہ یقیناً بھارتی حکومت کی پالیسیوں کی تائید اور توثیق کے مترادف ہو گا۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا اب جبکہ ظاہر ہو گیا ہے کہ بھارت جنگی جنون میں مبتلا ہے اور جس طرح مغرب کی طرف سے مسلم فنڈامنٹلزم کا ہوا کھڑا کر کے پاکستان کو نرغے میں لیا جا رہا ہے تو ہمیں پاکستان کے دفاع کے لئے مسلح افواج کے ساتھ ساتھ پیپلز آرمی تیار کرنی چاہئے' جیسا کہ چین اور اسرائیل میں ہر فرد کے لئے ملٹری ٹریننگ لازم ہے۔ کیونکہ

کسی مسلمان ملک پر اگر کوئی غیر مسلم ملک حملہ کر دے تو وہاں کے رہنے والے تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع فرض عین ہو جاتا ہے۔
سورۂ انفال کی رو سے ایسے موقع پر پیٹھ دکھانا بہت بڑا جرم ہے' لہٰذا ہمیں پاکستان کے دفاع کے لئے اپنا تن من دھن لگانے کو تیار ہو جانا چاہئے۔ اسی سورہ مبارکہ میں اللہ' اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ خیانت کرنے سے بچنے اور امانت داری کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ مسلمانان پاکستان کے لئے سب سے بڑی امانت خود یہ سلطنت خداداد اور اس کی ایٹمی صلاحیت ہے۔ لہٰذا ہمیں ان امانتوں کی حفاظت کرنا ہے کجا یہ کہ ہم ایٹمی صلاحیت کو رول بیک کرنے کے بارے میں سوچیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارا الیکٹرانک میڈیا ایک ہی راگ الاپ رہا ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ حالانکہ امریکی سینٹ نے سی ٹی بی ٹی کی توثیق سے صرف اس لئے انکار کیا تھا کہ اگر مزید تجربات نہ کئے گئے تو امریکہ اپنی ایٹمی صلاحیت کو اپ ڈیٹ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کا خیال دل سے نکال دے اور یہاں شرعی قانون سازی اور سودی نظام کے خاتمے کا عمل تیز تر کر دے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یوم بدر کی طرح اللہ ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں قدم قدم پر فتح عطا فرمائے گا۔ اللہ کی اس خصوصی نصرت کا ایک مظاہرہ ہم ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی دیکھ چکے ہیں"۔

۲۵ فروری کے خطاب جمعہ میں امیر تنظیم نے فرمایا :

"امت مسلمہ کا اصل مقابلہ یہود سے ہے' اور پاکستان کو امت مسلمہ کے امام کی حیثیت حاصل ہے' لہٰذا یہود اور اسرائیل کے مقابلے کے لئے پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے جو ایٹمی صلاحیت عطا کی ہے وہ دراصل امت مسلمہ کی امانت ہے جس پر سی ٹی بی ٹی کے ذریعے اسلام دشمن طاقتیں شبخون مارنے کے درپے ہیں۔ امت مسلمہ کے امام کی حیثیت سے اس وقت پاکستان کو ایک محاذ پر یہودیوں کی دشمنی کی سامنا ہے جبکہ دوسری طرف مشرقی محاذ پر بھارت جیسا دشمن موجود ہے۔ یہ صورتحال بعینہٖ رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرنے کے بعد ابتدائی مدنی دور سے مشابہ ہے جبکہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ اور یہودیوں کی دوہری دشمنی کا سامنا تھا۔ جس کی طرف سورۃ المائدہ کی آیت ۸۲ میں واضح اشارہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور عداوت میں دو طبقات سب سے بڑھ کر ہیں' یعنی یہود اور مشرکین۔ حضور اکرم ﷺ نے جس طرح اپنی معاملہ فہمی اور اعلیٰ فراست کا ثبوت دیتے ہوئے ان مشکل حالات میں صلح حدیبیہ کے ذریعے مشرکین کے ساتھ وقتی طور پر مصالحت کر لی تھی اور پھر آپؐ نے پوری قوت کے ساتھ خیبر پر فوج کشی کی اور یہود کی قوت کو کچل کر رکھ دیا' یہ سب کچھ صلح حدیبیہ کے بعد ممکن ہوا۔ حالانکہ اس صلح کے لئے آپ کے جان نثاروں میں سے کوئی بھی دلی طور پر رضامند نہ تھا' کیونکہ یہ صلح بظاہر دب کر کی گئی تھی' لیکن قرآن نے اسے فتح مبین اسی لئے قرار دیا کہ اس کے ذریعے یہود کا قلع قمع ممکن ہوا اور یوں فتح مکہ کی راہ ہموار ہوئی۔

*

غور ہو سکتا ہے کہ صرف وادی کی حد تک استصواب کرا لیا جائے اور اگر وادی کے لوگ تھرڈ آپشن کے حق میں فیصلہ دیں تو صرف وادی کو اس شرط پر آزاد ریاست کا درجہ دیا جائے کہ اس علاقے کو کسی بیرونی طاقت کا اڈہ نہیں بنایا جائے گا۔ ہماری اقتصادی بدحالی کی بڑی وجہ مسئلہ کشمیر ہے جسے اب ہر حال میں حل ہونا چاہئے اور ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب بھارت اور پاکستان میں موجودہ تناؤ ختم ہو اور افہام و تفہیم کی فضا پیدا ہو۔

امیر تنظیم اسلامی نے چیف ایگزیکٹو کی منتخب ضلعی انتظامیہ کی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اگر ملک میں صدارتی نظام' چھوٹے صوبے اور امریکی طرز کے کاؤنٹی لیول پر اختیارات کی تقسیم پر مبنی نظام رائج کر دیا جائے تو ہمارے بہت سے مسائل کا ازالہ ہو سکتا ہے اور پرویز مشرف صاحب کی یہ سکیم نافذ ہو گئی تو اس کے بہت مثبت نتائج ظاہر ہوں گے۔ انہوں نے افغانستان میں وزراء کونسل کے سربراہ ملا ربانی کے حالیہ دورۂ پاکستان کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس دورے سے پاکستان' افغانستان اور ایران پر مشتمل بلاک کی تشکیل کی راہ ہموار ہوئی ہے"۔

۱۱ فروری کے خطاب جمعہ میں امیر تنظیم نے فرمایا :

" اگر پاکستان پر جنگ مسلط کر دی گئی تو وطن عزیز کا دفاع کرنا مسلح افواج ہی کا نہیں ہر پاکستانی کا دینی و ملی فریضہ ہو گا۔ بھارتی وزیر اعظم کے تیور سے لگتا ہے کہ پاکستان کے افق پر جنگ کے بادل چھا چکے ہیں اور تیسری پاک بھارت آل آؤٹ وار کا شدید اندیشہ موجود ہے' کیونکہ واجپائی نے حال ہی میں جالندھر میں جو زہر آلود باتیں کی ہیں وہ کھلم کھلا طبل جنگ بجانے کے مترادف ہے۔ بھارتی وزیر اعظم کا صاف الفاظ میں یہ کہہ دینا کہ ہم ۱۹۴۷ء کے بٹوارے ہی کو تسلیم نہیں کرتے اور پاکستان کے خلاف جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک آزاد کشمیر کو بھی واپس نہ لے لیں اور یہ کہ اگر پاکستان نے ایٹمی قوت کا مظاہرہ کیا تو ہم اس سے بڑھ کر کریں گے' ہندو قوم کے سینوں میں موجزن مسلمان دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ واجپائی کا یہ بیان بالخصوص اس موقع پر جبکہ صدر کلنٹن بھارت کا دورہ کرنے والے ہیں' ظاہر کرتا ہے کہ بھارت اس خطے میں تناؤ کی فضا ختم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ اب کھلی حقیقت ہے کہ امریکہ نے اپنا سارا وزن بھارت کے پلڑے میں ڈال دیا ہے اور وہ چین کے مقابلے میں بھارت کو ایک منی سپر پاور کی حیثیت سے ابھارنا چاہتا ہے' چنانچہ ان حالات میں صدر کلنٹن نے اگر صرف بھارت کا دورہ کیا اور پاکستان سے بے اعتنائی برتی تو یہ یقیناً بھارتی حکومت کی پالیسیوں کی تائید اور توثیق کے مترادف ہو گا۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا اب جبکہ ظاہر ہو گیا ہے کہ بھارت جنگی جنون میں مبتلا ہے اور جس طرح مغرب کی طرف سے مسلم فنڈامنٹلزم کا ہوا کھڑا کر کے پاکستان کو نرغے میں لیا جا رہا ہے تو ہمیں پاکستان کے دفاع کے لئے مسلح افواج کے ساتھ ساتھ پیپلز آرمی تیار کرنی چاہئے' جیسا کہ چین اور اسرائیل میں ہر فرد کے لئے ملٹری ٹریننگ لازم ہے۔ کیونکہ

کسی مسلمان ملک پر اگر کوئی غیر مسلم ملک حملہ کر دے تو وہاں کے رہنے والے تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع فرض عین ہو جاتا ہے۔

سورۂ انفال کی رو سے ایسے موقع پر پیٹھ دکھانا بہت بڑا جرم ہے' لہٰذا ہمیں پاکستان کے دفاع کے لئے اپنا تن من دھن لگانے کو تیار ہو جانا چاہئے۔ اسی سورہ مبارکہ میں اللہ' اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ خیانت کرنے سے بچنے اور امانت داری کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ مسلمانان پاکستان کے لئے سب سے بڑی امانت خود یہ سلطنت خداداد اور اس کی ایٹمی صلاحیت ہے۔ لہٰذا ہمیں ان امانتوں کی حفاظت کرنا ہے کجا یہ کہ ہم ایٹمی صلاحیت کو رول بیک کرنے کے بارے میں سوچیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارا الیکٹرانک میڈیا ایک ہی راگ الاپ رہا ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ حالانکہ امریکی سینٹ نے سی ٹی بی ٹی کی توثیق سے صرف اس لئے انکار کیا تھا کہ اگر مزید تجربات نہ کئے گئے تو امریکہ اپنی ایٹمی صلاحیت کو اپ ڈیٹ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کا خیال دل سے نکال دے اور یہاں شرعی قانون سازی اور سودی نظام کے خاتمے کا عمل تیز تر کر دے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یوم بدر کی طرح اللہ ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں قدم قدم پر فتح عطا فرمائے گا۔ اللہ کی اس خصوصی نصرت کا ایک مظاہرہ ہم ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی دیکھ چکے ہیں"۔

۲۵ فروری کے خطاب جمعہ میں امیر تنظیم نے فرمایا :

"امت مسلمہ کا اصل مقابلہ یہود سے ہے' اور پاکستان کو امت مسلمہ کے امام کی حیثیت حاصل ہے' لہٰذا یہود اور اسرائیل کے مقابلے کے لئے پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے جو ایٹمی صلاحیت عطا کی ہے وہ دراصل امت مسلمہ کی امانت ہے جس پر سی ٹی بی ٹی کے ذریعے اسلام دشمن طاقتیں شبخون مارنے کے درپے ہیں۔ امت مسلمہ کے امام کی حیثیت سے اس وقت پاکستان کو ایک محاذ پر یہودیوں کی دشمنی کا سامنا ہے جبکہ دوسری طرف مشرقی محاذ پر بھارت جیسا دشمن موجود ہے۔ یہ صورتحال بعینہٖ رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرنے کے بعد ابتدائی مدنی دور سے مشابہ ہے جبکہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ اور یہودیوں کی دوہری دشمنی کا سامنا تھا۔ جس کی طرف سورۃ المائدہ کی آیت ۸۲ میں واضح اشارہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور عداوت میں دو طبقات سب سے بڑھ کر ہیں' یعنی یہود اور مشرکین۔ حضور اکرم ﷺ نے جس طرح اپنی معاملہ فہمی اور اعلیٰ فراست کا ثبوت دیتے ہوئے ان مشکل حالات میں صلح حدیبیہ کے ذریعے مشرکین کے ساتھ وقتی طور پر مصالحت کر لی تھی اور پھر آپؐ نے پوری قوت کے ساتھ خیبر پر فوج کشی کی اور یہود کی قوت کو کچل کر رکھ دیا' یہ سب کچھ صلح حدیبیہ کے بعد ممکن ہوا۔ حالانکہ اس صلح کے لئے آپ کے جان نثاروں میں سے کوئی بھی دلی طور پر رضامند نہ تھا' کیونکہ یہ صلح بظاہر دب کر کی گئی تھی' لیکن قرآن نے اسے فتح مبین اسی لئے قرار دیا کہ اس کے ذریعے یہود کا قلع قمع ممکن ہوا اور یوں فتح مکہ کی راہ ہموار ہوئی۔

*

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ آج پاکستان بھی انہی حالات میں گھرا ہوا ہے۔ مشرکین کا نمائندہ اس وقت بھارت ہے جس نے پاکستان کو آج تک ذہنی و نفسیاتی طور پر قبول نہیں کیا اور یہود اس وقت معاشی اور اقتصادی اعتبار سے پوری دنیا کو اور بالخصوص امریکہ کو اپنے شکنجے میں لئے ہوئے ہیں اور ان کا ٹارگٹ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے جسے وہ کسی صورت گوارا کرنے کو تیار نہیں۔ لہٰذا پاکستان کو کسی ایسی کوشش کی راہ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کرنی چاہئے جو پاکستان بھارت دشمنی کے شعلوں کو کم کرنے کا باعث بنے۔ بلکہ بھارت کے ساتھ اگر بظاہر کچھ دب کر صلح کرنی پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے اور ہمیں اصل تیاری یہود اور اس کے زیر اثر عیسائی طاقتوں کے خلاف کرنی چاہئے جو عنقریب پورے عالم اسلام کے خلاف محاذ کھولنے اور مشرق وسطیٰ میں خونریزی مچانے کے درپے ہیں۔

چیف ایگزیکٹو نے بلاشبہ یہ درست کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان اصل مسئلہ اور واحد جھگڑا کشمیر کا ہے' باقی مسائل تو معمولی نوعیت کے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے ضمن میں اگر صدر کلنٹن کوئی مناسب حل پیش کر سکیں تو اس کو قبول کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ مسئلہ کشمیر کے حل کی ایک بہترین صورت یہ ہو سکتی ہے کہ غیر مسلم اکثریت کے علاقے لداخ اور جموں بھارت کے ساتھ شامل کر دیئے جائیں جبکہ آزاد کشمیر' بلتستان اور گلگت پاکستان میں ضم کر دیئے جائیں۔ وادی کشمیر جس پر اگرچہ پاکستان کا حق ہے لیکن بھارتی عوام اسے کبھی بھی پاکستان کے حوالے کرنے پر راضی نہیں ہوں گے لہٰذا اگر وادی کی حد تک ریفرنڈم کرا لیا جائے اور وہاں تھرڈ آپشن بھی دے دیا جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ قائداعظم نے ۱۹۴۷ء میں تھرڈ آپشن پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ ان کے یہ بیانات ۱۳/جون ۱۹۴۷ء اور ۱۸/جولائی ۱۹۴۷ء کے پاکستان ٹائمز میں چھپ چکے ہیں۔ دراصل انگریز خود کشمیر کے مسئلے کو الجھا کر یہاں سے رخصت ہوا تھا تاکہ اس خطے میں کبھی امن قائم نہ رہ سکے۔ لہٰذا دونوں ممالک کو اس سازش کا حصہ بننے کے بجائے اس مسئلے کے حل کی طرف توجہ دینی چاہئے کیونکہ دونوں ممالک کے تمام وسائل اسی میں ضائع ہو رہے ہیں۔ خصوصاً پاکستان کو زیادہ نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں بھارت سے صلح حدیبیہ کی طرز پر صلح کرنی پڑے تو کر لینی چاہئے۔ اس طرح کم از کم ہمارا مشرقی فرنٹ تو دشمن سے محفوظ ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو قائداعظم کا وہ خواب بھی شرمندہ تعبیر ہو جائے گا جس کے مطابق انہوں نے ایک موقع پر یہ امید ظاہر کی تھی کہ پاک بھارت تعلقات بالکل ایسے ہوں گے جیسے آج کینیڈا اور امریکہ کے درمیان معاملات ہیں۔ پھر ہم اپنے ملک میں نظام خلافت قائم کر کے امت مسلمہ کے سب سے بڑے دشمن یہودیوں سے بھی نبٹ سکیں گے"۔

(نوٹ: ۲۵ فروری کے اس خطاب کو ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں مفصل طور پر شائع کیا جائے گا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ع "اِک دیا اور بجھا، اور بڑھی تاریکی!"

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

○ چند یادیں ○ چند تاثرات
اور ○ ایک خواہش جو حسرت میں تبدیل ہو گئی!

از قلم : اسرار احمد

سن ۱۹۹۹ء عیسوی کے آخری دن جب عیسائی دنیا اپنے عقیدے کے مطابق تیسرے "ملے نیم" (MILLENIUM) کے پُرجوش استقبال کی تیاریاں کر رہی تھی، مشرق میں عالمِ اسلام، بالخصوص سرزمین پاک و ہند کا علم و فضل اور تقویٰ و تدین کا روشن ترین آفتاب غروب ہو گیا ـــــ اور مولانا سید ابوالحسن علی الحسینی الندوی اس عالمِ آب و گل سے اعلیٰ علیّین کی جانب رحلت فرما گئے! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!!

جیسے ہی ان کے انتقال کی اطلاع ہوئی ایک حسرت آمیز سکتے کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور ان سے لگ بھگ ساڑھے سینتیس سال قبل جو پہلی ملاقات حجازِ مقدس میں ہوئی تھی اس سے شروع ہو کر بعد کی ملاقاتوں اور صحبتوں کی یاد ایک فلم کی صورت میں شعور کے پردۂ سکرین پر چلنے لگی ـــــ چنانچہ بہت سی بھولی بسری یادیں بھی تازہ ہوئیں، اور بہت سے تاثرات بھی قلب کی گہرائیوں سے ابھرے، اور سب سے بڑھ کر ایک خواہش بھی حسرت بھری ہُوک کی صورت اختیار کر گئی۔

مجھ سے سرسری سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اگرچہ ہائی سکول کے آخری دو سالوں کا "نیم شعوری" دَور تو علامہ اقبال کی ملی شاعری کے زیر اثر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے فعال کارکن کی حیثیت سے تحریکِ پاکستان کے ساتھ گہری قلبی و

*

عملی وابستگی میں گزارا تھا' تاہم واقعہ یہ ہے کہ میں نے "شعور کی آنکھ" تحریکِ جماعتِ اسلامی کی گود میں کھولی تھی ـــــ اور ۴۷ء سے ۵۷ء پورے دس برس اس تحریک کے سائے میں' اوّلاً اسلامی جمعیت طلبہ اور پھر جماعت اسلامی کے ساتھ' فعال وابستگی کی صورت میں بسر کئے تھے ـــــ اُس زمانے میں جماعت اسلامی کے قیام (۱۹۴۱ء) کے تقریباً فوراً ہی بعد (۱۹۴۳ء میں) جو خلفشار رُونما ہوا تھا جس کے نتیجے میں تقریباً ایک تہائی ارکان نے جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی تھی' اس کے ضمن میں ذہن میں بار بار یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کا اصل سبب کیا تھا۔ لیکن اس کا کوئی جواب اس لئے دستیاب نہیں ہوتا تھا کہ علیحدہ ہونے والے حضرات نے نہ صرف یہ کہ خود اس معاملے میں کامل سکوت اختیار کیا تھا' بلکہ مولانا مودودی مرحوم کو بھی پابند کردیا تھا کہ وہ اس معاملے کو عام نہ کریں۔ ان حضرات میں بعض دیگر اہم حضرات کے ناموں کے علاوہ دو نام بہت نمایاں تھے' ایک مولانا محمد منظور نعمانی کا اور دوسرا مولانا سید ابوالحسن علی ندوی عرف مولانا علی میاں کا ـــــ اور چونکہ یہ دونوں حضرات ہندوستان کے اُس وقت کے دینی اور علمی حلقوں میں معروف بھی تھے اور محترم بھی' لہٰذا یہ حسرت بھری خواہش دس سال کے اس پورے عرصے کے دوران دل میں موجود رہی کہ کاش کہ یہ حضرات جماعت سے علیحدہ نہ ہوئے ہوتے!

۵۶-۵۷ء کے دوران جو دوسرا اور عظیم تر خلفشار جماعت میں رونما ہوا اور اس کے نتیجے میں بہت سے دوسرے حضرات کے ساتھ میں بھی اپریل ۱۹۵۷ء میں جماعت سے علیحدہ ہوگیا تو ایک بار پھر دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ معلوم کیا جائے کہ ۱۹۴۳ء میں علیحدگی اختیار کرنے والوں کے وجوہِ علیحدگی کیا تھے ـــــ تاہم اس کا کوئی ذریعہ دستیاب نہ تھا۔ (اگرچہ بعد میں مولانا نعمانی ؒ نے واقعاتی پیرائے میں' اور مولانا علی میاں ؒ نے نظریاتی انداز میں اپنے اختلافات کا اظہار کیا' لیکن یہ کافی بعد کی بات ہے!)

ان ہی دنوں کی بات ہے کہ منٹگمری (حالیہ ساہیوال) میں جہاں مَیں ان دنوں مقیم تھا ایک عجیب مجمع البحار قسم کی شخصیت ڈاکٹر ثناء اللہ مرحوم کی صورت میں وارد ہوئی ـــــ یہ صاحب ایک جانب دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے' دوسری جانب ہسٹری میں لندن سے پی ایچ ڈی کئے ہوئے تھے' تیسری جانب سیاست میں بھی عمل دخل رکھتے تھے

اور اُس وقت کے مشرقی پاکستان کے ضلع چٹاگانگ کی ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین رہے تھے ـــــ اب یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ان کو وہ کونسے حالات پیش آئے کہ انہیں سرکاری ملازمت اختیار کرنی پڑی ـــــ بہرحال وہ ساہیوال میں ڈی آر سی یعنی محکمہ بحالیات میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر تعینات ہوئے۔ ان کا بہت گہرا اور فعال تعلق تبلیغی جماعت کے ساتھ تھا' اور ان کی آمد سے ساہیوال میں دفعتاً تبلیغی جماعت کے حلقے میں بہت حرکت اور چہل پہل پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ جن جن لوگوں کے بحالیات کے سلسلے کے مقدمات ان کے زیر سماعت ہوتے تھے وہ سب ان کے آگے پیچھے رہتے تھے اور "سہ روزہ" تو ان میں سے اکثر ہی لگا لیتے تھے' بعض "چلّے" بھی لگاتے رہے ـــــ انہیں کچھ لوگوں سے میرے بارے میں معلوم ہوا کہ ایک فعال نوجوان جس کے درس قرآن کو بہت مقبولیت حاصل ہے' حال ہی میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوا ہے ـــــ چنانچہ کچھ تو انہوں نے مجھ پر ڈورے ڈالے اور کچھ خود مَیں بھی جماعت کے بغیر زندگی گزارنے کے خطرات سے آگاہ ہونے کی بنا پر کسی جماعتی سلسلے میں منسلک ہونا چاہتا تھا ـــــ بنابریں لگ بھگ دو سال میں نے تبلیغی جماعت کے سائے میں بسر کئے اور اس عرصے میں "سہ روزے" تو کئی لگائے لیکن "چلّے" کی نوبت نہیں آئی۔ اس زمانے میں کئی بار ڈاکٹر ثناء اللہ مرحوم نے مولانا نعمانی ؒ اور علی میاں ؒ کا نام لے کر کہا کہ: "ہم لوگ انہیں پوری طرح اپنا آدمی نہیں سمجھتے' بلکہ "ففٹی ففٹی" (ففٹی ففٹی) سمجھتے ہیں' یعنی وہ پچاس فیصد تبلیغی جماعت میں ہیں تو پچاس فیصد ابھی تک جماعت اسلامی میں ہی ہیں!" (یہی بات کسی صحافی نے بعد میں اس طرح بیان کی کہ جو لوگ جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو جاتے ہیں ان کی اکثریت کا حال یہ رہتا ہے کہ وہ تو جماعت سے نکل جاتے ہیں لیکن جماعت ان کے اندر سے نہیں نکلتی!) بہرحال اس سے ان دونوں حضرات سے ملاقات اور گفتگو کی خواہش نے بہت شدت اختیار کر لی ـــــ لیکن ظاہر ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے مابین "فاصلے" زمینی طور پر بہت کم ہونے کے باوجود عملاً بہت زیادہ رہے ہیں اور بھارت کا سفر ؏ "صبح کرنا شام کالانا ہے جوئے شیر کا!" کا مصداق کامل رہا ہے' لہٰذا یہ خواہش بس دل ہی دل میں پروان چڑھتی رہی!

۱۹۶۲ء میں پہلی بار حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی تو مولانا علی میاںؒ کی ملاقات کا یہ گوہرِ مقصود ہاتھ آگیا ـــــ ہوا یہ کہ میں اپنے والدین مرحومین کی معیت میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا کہ ایک روز اچانک حرم میں مولانا محمد داؤد غزنویؒ سے ملاقات ہو گئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ "سعودی حکومت نے "رابطہ عالم اسلامی" کی تاسیس کے لئے ایک خاص اجلاس طلب کیا ہے جس میں پاکستان سے مَیں (یعنی مولانا داؤد غزنویؒ) اور مولانا مودودیؒ مدعو ہیں ـــــ چنانچہ مولانا بھی تشریف لا چکے ہیں"۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ "مولانا مودودی کے ساتھ تو ان کے سیکرٹری کے طور پر خلیل حامدی صاحب آئے ہیں' میرے ساتھ سیکرٹری کوئی نہیں ہے' تم میرے سیکرٹری بن کر اجلاس میں شریک ہو سکتے ہو!" ـــــ میرا معاملہ تو ظاہر ہے کہ اس ضمن میں "اندھا کیا چاہے' دو آنکھیں!" والا ہی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے بسرو چشم قبول کیا اور اس طرح رابطے کے تاسیسی اجلاس کی پوری کارروائی کا بچشمِ سر مشاہدہ کیا۔

اس کانفرنس کا افتتاحی اجلاس تو "قصر الملک" میں ہوا جہاں شاہ سعود بن عبد العزیز نے نہایت ولولہ انگیز خطاب فرمایا ـــــ اور مندوبین میں سے تقریباً نصف کے ساتھ مصافحہ بھی کیا (اس کے بعد غالباً وہ تھک گئے تھے' چنانچہ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر دیا۔ اور مصافحہ کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔) ـــــ لیکن پہلی "بزنس میٹنگ" مفتی اعظم ابراہیم بن محمدؒ کی صدارت میں ہوئی۔ وہاں کسی بات پر حاضرین نے تالی بجادی تو مفتی صاحب شدید ناراض ہوئے کہ ہمارا شعار سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا ہے' تالی بجانا اہل مغرب کی تہذیب ہے ـــــ اور پھر انہوں نے اجلاس کی صدارت بطورِ نائب مولانا علی میاںؒ کے سپرد کر دی اور خود رخصت ہو گئے۔ چنانچہ بعد کے تمام اجلاس مولانا علی میاںؒ کی صدارت میں ہوئے ـــــ جس سے مجھے انہیں نہایت قریب سے دیکھنے اور ان کی شخصیت کے اندر جھانکنے کا بھرپور موقع ملا۔ چنانچہ مجھے ایک واقعہ تو بھول ہی نہیں سکتا ـــــ ہوا یوں کہ جیسے کہ بعد میں معلوم ہوا "رابطہ عالمِ اسلامی" دراصل ڈاکٹر سعید رمضان مرحوم کے ذہن کی پیداوار (BRAIN CHILD) تھا ـــــ چنانچہ وہ ان مجالس میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے ـــــ ڈاکٹر صاحب موصوف (جو اَب مرحوم ہو چکے ہیں) شیخ حسن البنا شہیدؒ کے داماد اور الاخوان المسلمون کے اہم قائدین میں سے تھے ـــــ اور

اُس وقت جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے ـــــ تو ایک موقع پر کسی مندوب نے مولانا علی میاںؒ سے یہ سوال کرلیا کہ ڈاکٹر سعید رمضان یہاں کس حیثیت میں (یعنی کس ملک کے نمائندے کے طور پر) شریک ہیں؟ ـــــ اس پر ڈاکٹر سعید رمضان کے تو پسینے چھوٹ گئے ـــــ لیکن مولانا علی میاں نے یہ کہہ کر انہیں سہارا دیا کہ "انہیں میں نے اپنی سہولت کے لئے یہ خدمت سپرد کی ہے!"

مکّہ مکرمہ میں مولانا علی میاںؒ کا قیام فندق مصر میں تھا (جو اُس وقت مکّہ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ شاندار ہوٹل تھا!) ـــــ چنانچہ میں وہاں مسلسل حاضر ہو کر مولانا کے نیاز حاصل کرتا رہا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتا رہا۔ مولانا مودودیؒ بھی اسی ہوٹل میں مقیم تھے ـــــ مَیں نے خود تو ان سے بھی متعدد ملاقاتیں کیں لیکن میرا عام مشاہدہ یہ تھا کہ مولانا سے اُس وقت تک اہل عرب کم ہی واقف تھے۔ چنانچہ بسا اوقات وہ ہوٹل کی لابی میں بالکل تنہا بیٹھے بھی نظر آتے تھے، جبکہ مولانا علی میاں کے گرد ہر وقت لوگوں کا جمگھٹا رہتا تھا ـــــ اور جو شخص بھی داخل ہوتا تھا ہوٹل کے عملے سے یہی سوال کرتا تھا: "این الاستاذ الندوی؟" ـــــ یعنی مولانا ندوی کہاں ہیں؟

ع "خدارا آں کرم بارے دگر کن!" کے مصداق اللہ کا کرم یہ ہوا کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو مولانا مودودیؒ اور مولانا علی میاںؒ دونوں بھی وہیں مقیم تھے۔ مولانا مودودیؒ تو ایک ہوٹل میں مقیم تھے، لیکن مولانا علی میاںؒ نے ہوٹل کی بجائے مدینہ منورہ کے مضافات میں اپنے ایک عرب دوست کے مکان پر قیام کو ترجیح دی تھی۔ چنانچہ میں نے مولانا مودودیؒ سے بھی متعدد بار ہوٹل میں ملاقات کی، اس لئے کہ مولانا اپنی علالت طبع کے باعث نمازیں اکثر ہوٹل ہی میں ادا کرتے تھے۔ لیکن مولانا علی میاںؒ سے مسجد نبوی میں کثرت سے صحبت رہی ـــــ یہاں تک کہ میں ایک بار ان کی قیام گاہ پر بھی ان کے ہمراہ پیدل گیا (اگرچہ فاصلہ خاصا تھا!) ـــــ وہ اصلاً ایک نخلستان تھا جس میں رہائش بھی تھی، کنواں بھی تھا اور تالاب بھی، گویا پورا دیہاتی ماحول تھا۔ مولانا نے فرمایا مجھے ہوٹلوں میں قیام سے وحشت ہوتی ہے ـــــ بہرحال میں اپنے پورے قیامِ مدینہ کے دوران پوری پابندی کے ساتھ نماز عصر سے عشاء تک کا وقت مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں مولانا علی میاں کی صحبت میں گزارتا تھا ـــــ مولانا کا مستقل معمول یہ تھا کہ مغرب کی نماز

کے بعد پہلے نصف پارہ مصحف میں دیکھ کر تلاوت فرماتے تھے' پھر چھ رکعت نماز میں اسے دہراتے تھے اور میں اس دوران ان کے قرب سے فیض یاب ہوتا رہتا تھا —— اس سے جو اثر میرے قلب پر مترتب ہوتا تھا وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مختصر یہ کہ مجھے مولانا کی شخصیت کے گرد ایک نورانی ہالہ فی الواقع نظر آتا تھا۔ اور ان کے وجود میں سے نیکی اور تقویٰ کی کرنیں پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں —— اور شاید یہ اسی روحانی رعب اور ہیبت کا نتیجہ تھا کہ میں مولانا سے وہ سوال کرنے کی ہمت نہ کرسکا کہ آپ نے جماعت اسلامی سے علیحدگی کیوں اختیار کی تھی؟ —— صرف ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جی کڑا کر کے مولانا سے اقامتِ دین کی جدوجہد کے بارے میں سوال کیا تو اس کا یہ مختصر جواب مجھے ملا کہ: "اقامتِ دین کا مفہوم صرف وہی نہیں ہے جو مولانا مودودی لیتے ہیں بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے!" —— اس سے زیادہ بحث و تمحیص کی ظاہر ہے کہ کوئی صورت ممکن نہیں تھی —— البتہ میں نے ان ہی دنوں ساہیوال میں جو "قرآنی دارالمقامہ" قائم کیا تھا (جس میں کالج میں زیرِ تعلیم طلبہ کو رہائش فراہم کرکے انہیں عربی زبان اور قرآن حکیم کی تعلیم دی جاتی تھی!) اس کے ضمن میں تذکرہ کیا اور اس کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس تجویز کو بہت پسند کیا بلکہ اس کے لئے دعا کا بھی پختہ وعدہ فرمایا! ——

اس کے بعد تقریباً پندرہ سال اس کیفیت میں گزرے کہ کوئی بالمشافہ ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن غائبانہ تعارف بڑھتا چلا گیا۔ اس لئے کہ اسی عرصے کے دوران (۶۵ء میں) مَیں لاہور منتقل ہوا۔ ۶۶ء سے "میثاق" کی ادارت سنبھالی اور دیگر مطبوعات کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا' جن میں اوّلین تھی میری تالیف "تحریک جماعت اسلامی: ایک تحقیقی مطالعہ" جس میں مَیں نے جماعت اسلامی پاکستان کی پالیسی سے اپنے اختلافات کو تفصیلاً بیان کیا تھا اور جس پر تائید اور تحسین کے خطوط مولانا محمد منظور نعمانی اور ان کے صاحبزادے عتیق الرحمٰن سنبھلی کی جانب سے آچکے تھے —— اگرچہ مولانا علی میاں کا کوئی تبصرہ موصول نہیں ہوا' بہرحال یہ چیزیں مسلسل ندوۃ العلماء لکھنؤ جاتی رہیں۔ ادھر وہاں سے بھی مطبوعات اور مجلات آتے رہے —— اسی دوران میں میرے کتابچے

"مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کا عربی ترجمہ "ماذا یجب علی المسلمین تجاہ القرآن" کے نام سے (جو برادرم ڈاکٹر صہیب حسن صاحب نے کیا تھا) پانچ اقساط میں ندوہ کے عربی مجلّہ "البعث الاسلامی" میں شائع ہوا ـــــ اور ۱۹۷۷ء کے اوائل میں وہ واقعہ بھی پیش آیا جس کی اطلاع مجھے مدینہ منورہ سے مولانا عبدالملک جامعی مرحوم نے دی ـــــ یعنی یہ کہ جب مولانا علی میاں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ انہوں نے "میثاق" بابت دسمبر ۱۹۷۶ء میں شائع شدہ میری تحریر پڑھی ہے یا نہیں' جس میں مَیں نے برِّعظیم پاک و ہند میں انیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے نصف اوّل میں جو تفاسیر قرآن شائع ہوئیں ان کا تنقیدی جائزہ لیا تھا اور تین مختلف مکاتبِ فکر کی نشاندہی کی تھی ـــــ اور جب مولانا علی میاں ؒ نے فرمایا کہ یہ تحریر ان کی نظر سے نہیں گزری تو حضرت شیخ الحدیث ؒ نے فرمایا: "یہ پرچہ لے جاؤ اور اسے ضرور پڑھو ـــــ لیکن دیکھنا پڑھ کر مجھے واپس کر دینا!" (مولانا جامعی مرحوم مدینہ منورہ میں مدارسِ قرآن کے مراقب و مفتش تھے اور ان کا خط میری تالیف "دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر" میں صفحہ ۱۴۸ پر درج ہے۔ ویسے بعد میں ان سے کئی بار ملاقات بھی ہوئی اور تفصیلی گفتگوؤں کا بھی موقع ملا۔)

بہرحال اس پس منظر میں مولانا علی میاں سے دوسری بالمشافہ ملاقات اواخر ۱۹۷۷ء میں ہوئی جب انہیں اسلام آباد صدر ضیاء الحق صاحب کی دعوت پر ان سے ملاقات کے لئے جاتے ہوئے پروازوں کے نظام میں گڑبڑ کے باعث تین چار گھنٹے لاہور کے ہوائی مستقر پر ٹھہرنا پڑا ـــــ اس موقع پر مولانا نے یہ کرم فرمایا کہ مجھے فون کرا دیا۔ چنانچہ میں بھاگم بھاگ ایئرپورٹ پہنچا اور مولانا کو ان کے جملہ ہمراہیوں سمیت قرآن اکیڈمی' ماڈل ٹاؤن لے آیا ـــــ جس کی تعمیر ابھی ابتدائی مراحل میں تھی ـــــ اس موقع پر ایک تو جیسے ہی مولانا نے مجھے دیکھا تو یہ کہہ کر کہ شدید شرمندہ کر دیا کہ: "اچھا! تو "بسطةً فی العلم" کے ساتھ ساتھ بسطةً فی الجسم بھی ہو گیا ہے!"۔ (اس لئے کہ ۶۲ء تک تو میرا جسم بالکل اکہرا تھا ـــــ لیکن اس عرصے میں واقعتاً "دہرا" ہو گیا تھا!)۔ دوسرے قرآن اکیڈمی کے منصوبے کی تہہ دل سے تعریف کی ـــــ اور وعدہ کیا کہ آئندہ کسی آمد کے موقع پر باقاعدہ تشریف لا کر خطاب فرمائیں گے ـــــ اس ملاقات کی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس

*

"آمد غیر مترقبہ" پر ظاہر ہے کہ تواضع کا کوئی اہتمام تو ہو ہی نہیں سکتا تھا ـــــ صرف اصل لغوی معنی میں "ماحضر" ہی پیش کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ خوب یاد ہے کہ اُس وقت مونگ کی دال کی کھچڑی ہی "حاضر" تھی جسے مولانا نے نہایت ذوق و شوق سے تناول فرمایا ـــــ اور میری دلجوئی یہ کہہ کر کی کہ "مجھے کھچڑی بہت مرغوب ہے!"

قرآن اکیڈمی لاہور میں حضرت مولاناؒ کا یہ "ورودِ موعود" جولائی ۱۹۷۸ء میں ہوا ـــــ اس موقع پر مولانا نے پاکستان کا بہت مفصل دورہ کیا تھا اور کراچی' لاہور' اسلام آباد' پشاور اور فیصل آباد بہت سے مقامات پر مدارس و جامعات اور دیگر اجتماعات سے خطاب فرمایا تھا۔ چنانچہ قرآن اکیڈمی لاہور میں ان کا ورودِ مسعود ۲۶/ جولائی کو ہوا۔ ـــــ اس موقع پر میرے علم میں یہ بات آئی کہ لاہور میں مولانا کے اصل میزبان چونکہ تبلیغی جماعت کے حلقے سے متعلق تھے ـــــ اور انہیں نہ صرف مجھ سے بلکہ حاجی عبدالواحد صاحب مرحوم سے بھی کچھ مزاجی بُعد تھا۔ (یادش بخیر! حاجی عبدالواحد صاحب ایک زمانے تک تبلیغی جماعت میں بہت فعال طریقے پر شامل رہے تھے لیکن پھر کچھ اختلافات کی بنا پر علیحدہ ہو گئے تھے ـــــ اور مولانا علی میاںؒ سے ان کا خصوصی تعلق یہ تھا کہ وہ ایک سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مقیم رہے تھے اور اس عرصے کے دوران انہوں نے علی میاںؒ سے عربی سیکھی تھی اور علی میاںؒ نے ان سے انگریزی پڑھی تھی!) ـــــ لہٰذا میرے ادارے میں آنے کے لئے مولانا کو ان حضرات کی ناراضگی مول لینی پڑی تھی ـــــ بہر حال مولانا تشریف لے آئے ـــــ اور انہوں نے "جامع القرآن" (یعنی قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد) کے BASEMENT میں خطاب فرمایا جو کچھا کچھ بھرا ہوا تھا۔ واضح رہے کہ اس وقت تک صرف اس بیسمنٹ ہی کی تعمیر ہوئی تھی ـــــ دو منزلہ مسجد کی تعمیر بعد میں مکمل ہوئی ـــــ مولانا کا یہ خطاب اس مجموعے میں شامل ہے (صفحات ۱۴۶ تا ۱۵۷) جو مجلس نشریات اسلام' کراچی نے مولانا کے سفرِ پاکستان کے دوران کی گئی تمام تقاریر پر مشتمل "حدیثِ پاکستان" کے عنوان سے شائع کیا تھا! ـــــ متذکرہ بالا سبب ہی کی بنیاد پر حاجی عبدالواحد صاحب سے بھی مولانا علی میاںؒ کی ملاقات میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ جب اپنے قیامِ لاہور کے آخری دن مولانا حاجی صاحب کے مکان پر تشریف

لے گئے تو انہوں نے میری موجودگی میں مولانا سے خاصے تلخ انداز میں شکوہ کیا کہ: "علی میاں! خط میں تو آپ نے لکھا تھا کہ پاکستان آمد سے آپ کی دلچسپی صرف مجھ سے ملاقات کے لئے ہے! لیکن بالفعل آپ نے اتنا انتظار کرایا!" ـــــ جس پر حضرت مولانا ؒ نے ایک سعادتمند "خورد" کی حیثیت سے کامل سکوت اختیار فرمایا۔ اس لئے کہ عمر میں حاجی صاحب مولانا علی میاں ؒ سے کافی بڑے تھے۔ بہرحال اس کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا کہ ؏ "ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں!" کے مصداق ابھی مشرقی تہذیب و آداب کے نمونے ہمارے مابین موجود ہیں!

۲۶/ جولائی ۷۸ء کو قرآن اکیڈمی کے اجتماع میں مولانا علی میاں ؒ نے جو خطاب فرمایا تھا وہ تو متذکرہ بالا کتاب "حدیثِ پاکستان" سے اخذ کر کے اسی شمارے میں شائع کیا جا رہا ہے ـــــ البتہ مولانا کے خطاب سے قبل جو "خیر مقدمی" کلمات مَیں نے عرض کئے تھے اور جو "میثاق" بابت ستمبر اکتوبر ۷۸ء میں شائع ہو گئے تھے' وہ درج ذیل ہیں :

"میں انتہائی مسرت اور خوشی کے ساتھ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قائم ہونے والی اس قرآن اکیڈمی میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا خیر مقدم کرتا ہوں ـــــ ایسے مواقع پر استقبالی کلمات میں عام طور پر دو باتیں شامل ہوتی ہیں : ایک مہمان گرامی کا تعارف اور ان کے محامد و اوصاف کا ذکر' اور دوسرے اس ادارے کا تعارف جہاں مہمان عزیز کا ورودِ میمنت لزوم ہوتا ہے ـــــ لیکن آج کی یہ مجلس ایک عجیب استثنائی شان کی حامل ہے کہ یہاں مہمان اور ادارہ دونوں کا تعارف بالکل بے محل ہے۔ مہمان کا اس لئے کہ بحمد اللہ وبفضلہٖ مولانا علی میاں اب سے بہت پہلے اس منزل سے گزر چکے ہیں جہاں ان کی ذات کسی تعارف کی محتاج ہوتی اور وہ اللہ کے فضل و کرم سے اب شہرت و مقبولیت کے اس مرتبہ و مقام پر فائز ہیں کہ کسی محفل یا مجلس میں ان کا تعارف کرانے کی کوشش' ان کی توہین پر محمول کی جا سکتی ہے۔ اور ادارے کا اس لئے کہ ابھی یہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کا تعارف کرایا جا سکے۔ اور اگرچہ پیش نظر نقشے کے اعتبار سے تعمیر کا پروگرام نصف سے زائد مکمل ہو چکا ہے اور بہت سی اینٹیں اوپر تلے رکھی جا چکی ہیں' اور لوہے' بجری اور سیمنٹ پر مشتمل اچھا بھلا خوش منظر و خوش ہیبت انبار وجود

میں آ چکا ہے' تاہم اصل مقصد کے اعتبار سے اس کی حیثیت تاحال "خواب و خیال" سے زیادہ نہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ: ع "گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ!" اس لئے کہ یہی خواب تھا جو اس صدی کے بالکل آغاز میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے "دار الارشاد" کی صورت میں دیکھا تھا۔۔۔ پھر یہی خواب لگ بھگ تیس سال بعد امت کے ایک اور رجل عظیم اور بطل جلیل علامہ اقبال مرحوم نے دیکھا جس کے نتیجے میں "دار الاسلام" کے نام سے ایک ادارہ بھی وجود میں آیا اور کچھ عمارتیں بھی عالمِ واقعہ میں ظہور میں آ گئیں' لیکن جس مقصد کے لئے وہ قائم ہوا تھا بوجوہ اس کا آغاز بھی نہ ہو سکا۔ اگرچہ یہ سعادت اس کے حصے میں ضرور آ گئی کہ برصغیر ہند و پاک کی ایک عظیم اسلامی تحریک کا ابتدائی گہوارہ بن گیا ـــــ اس کے ٹھیک تیس ہی سال بعد ۶۷ء میں یہ خواب امت کے ایک ناکارہ و ناتواں فرد نے پھر دیکھا اور اس بار اس کا نام "قرآن اکیڈمی" تجویز ہوا۔ لیکن عالم واقعہ میں اس بندۂ عاجز و ناکارہ کی اس گیارہ سال کی محنت و مشقت کا حاصل تاحال بس یہی کچھ ہے کہ کچھ دیواریں کھڑی ہو گئی ہیں اور ان کو چھتوں نے ڈھانپ بھی لیا ہے۔ رہا اصل مقصد' تو اس کی جانب صحیح معنوں میں پیش قدمی کا آغاز بھی نہیں ہوا"۔

اس کے بعد راقم نے "قرآن اکیڈمی" کے مقاصد' دورِ حاضر کے فکری رجحانات' مغربی تہذیب کے عالمگیر تسلط و استیلاء اور اس پس منظر میں اعلیٰ ترین علمی و فکری سطح پر دعوتِ ایمان کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے اجمالاً بیان کئے اور اس ضمن میں خود مولانا علی میاںؒ کی تالیف لطیف کا حوالہ بھی دیا اور ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی تصانیف کا بھی' اور امید تھی کہ مولانا اس موضوع پر کچھ ارشاد فرمائیں گے۔ لیکن افسوس کہ بوجوہ مولانا نے اپنی تقریر میں ادھر التفات نہیں فرمایا' اگرچہ دوسری بہت سی قیمتی اور قابل قدر باتیں ارشاد فرمائیں۔

(جاری ہے!)

قرآنی مطالعہ اور اس کے آداب

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مولانا علی میاںؒ کا وہ خصوصی خطاب جو انہوں نے ۲۶ جولائی ۱۹۷۸ء کو قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور کی زیر تعمیر عمارت میں ارشاد فرمایا تھا۔ مولاناؒ جولائی ۷۸ء میں پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تھے اور امیر تنظیم اسلامی کی خواہش پر قرآن اکیڈمی میں ان کا خطاب ہوا۔ سامعین کی اکثریت اہل علم حضرات پر مشتمل تھی۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ

قرآن مجید ہر موقع پر مشکل کشائی اور دست گیری کرتا ہے

برادرانِ عزیز! قرآن مجید کے معجزات میں سے، جن کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، یہ بھی ہے کہ وہ ہر موقع پر مشکل کشائی اور دست گیری کرتا ہے۔ مجھے بارہا اس کا تجربہ ہوا کہ میں کسی تقریر کے موقع پر یہ طے نہ کر سکا کہ اپنی بات کہاں سے شروع کروں گا اور مجھے آج کیا کہنا ہے اور قاری نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور مجھے معلوم ہوا کہ دوسرے لوگوں کے سننے سے پہلے وہ آیتیں مجھے سنائی جا رہی ہیں اور ان آیتوں کا انتخاب میرے لئے کیا گیا ہے۔ مجھے اپنے غیر ملکی دوروں میں بھی اس کا تجربہ ہوا کہ دن بھر کی

مصروفیتوں اور نقل و حرکت میں اس پر غور کرنے کی نوبت ہی نہ آئی کہ کس موضوع پر تقریر ہوگی۔ کہیں تو موضوع کا تعین ہو جاتا ہے اور کہیں نہیں ہوتا۔ تو میں نے اس کو خدا پر چھوڑ دیا کہ وہ وقت پر رہنمائی فرمائے گا' چونکہ جو چیز اس کی طرف سے آتی ہے اس کو عارفین "وارد" کہتے ہیں' یعنی ایک عزیز مہمان جس کا ورود ہوا ہے' اس میں اپنے ارادہ اور انتخاب کو کوئی دخل نہیں' اس موقع پر بھی یہی پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے عزیز قاری کو کہ جو انہوں نے آیتیں پڑھیں اس میں ہماری رہنمائی ہوئی۔ قبل اس کے کہ میں آیت کی تشریح میں کچھ عرض کروں اور قرآن مجید کے طالب علموں کے سامنے اپنے کچھ تجربے' کچھ مشورے پیش کروں کہ حقیقت میں وہی میرے مخاطب ہیں' کچھ اپنی حقیر ذات اور علمی سفر کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید کی حکمت دعوت

ڈاکٹر صاحب نے بڑی خوبی سے میرا تعارف بھی کرایا' لیکن میں کس قدر تعارف ضروری سمجھتا ہوں اور سنت یوسفی کے مطابق یہ فرض بھی خود ہی انجام دیتا ہوں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تعبیر پوچھنے والے گئے تو انہوں فرمایا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔ سب سے پہلے سامعین کو یا جو کوئی استفسار لے کر جائے اس کو اس اطمینان کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ جس کے پاس گئے ہیں اس سے کچھ مدد بھی مل سکتی ہے یا نہیں' انتخاب میں انہوں نے کچھ غلطی تو نہیں کی' تو انہوں نے ضروری سمجھا کہ کہہ دیں

﴿ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

یہ نبی کا کلام تھا اور اس میں ایک طرح کی خود ستائی کی بو تھی' اس میں اپنی تعریف کی بو نکلتی تھی اور یہ وہم ہو سکتا تھا' اس لئے انہوں نے فوراً فرمادیا کہ "ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ" میں تمہاری اس موقع پر مدد تو کر سکتا ہوں' مجھے اللہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے' لیکن یہ علم کیوں عطا کیا ہے "اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" یہ میری ذہانت کا نتیجہ نہیں ہے' میری نجابت کا بھی یہ نتیجہ نہیں' حالانکہ یہ دونوں چیزیں موجود تھیں اور بدرجہ کمال و جمال' لیکن انہوں نے فرمایا "اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ" اس علم کا افاضہ اس لئے ہوا کہ میں نے اس قوم کی ملت چھوڑ دی جو اللہ پر

ایمان نہیں رکھتی اور آخرت کی منکر تھی "وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ" اور اس کے بعد انہوں نے وہیں سے توحید کے وعظ کا مدخل پیدا کرلیا' عزیزو! تم جس کو بڑا مسئلہ سمجھ رہے ہو اور جو مشکل تم کو یہاں لے کر آئی ہے اس سے بڑی مشکل درپیش ہے' وہ ہے عقیدہ۔ یہ خواب جو تم نے دیکھا' خواب تو خواب ہی ہوتا ہے' لیکن معاملہ بیداری کا ہے' معاملہ زندگی کے مستقبل کا ہے' معاملہ ابدی اور دائمی زندگی کا ہے۔۔ مان لو تم کو خواب کی تعبیر دینے والا دنیا میں کوئی بھی نہ ملے تب بھی کوئی بڑا نقصان نہیں' لیکن اس خواب ہستی کی تعبیر دینے والا اگر کوئی نہ ملا کہ دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ کائنات کا فاطر و خالق کون ہے؟ اگر اس کی صحیح معرفت نہ ملی تو اصل خطرہ یہ ہے۔ پھر انہوں نے اتنا ہی dose دیا جتنا dose دینا چاہئے تھا کہ یہ غرض لے کر آئے ہیں' ان کو ایک ذہنی پریشانی ہے' یہ اتنا صبر نہیں کرسکتے کہ ان کو ایک یا دو گھنٹے تبلیغ کروں' اس لئے انہوں نے بالکل صحیح احساس تناسب کے ساتھ' جو ایک حاذق طبیب رکھتا ہے اور ایک داعی حکیم رکھتا ہے' ایک ملہم رکھتا ہے' اتنا ہی ڈوز دیا جتنے ڈوز کے وہ متحمل تھے۔

دل کا دروازہ کبھی کبھی کھلتا ہے

آپ اس تناسب کو دیکھئے' اس میں جمال یوسفی پورے طور پر عیاں ہے۔ اس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی' ناپ تول کر جہاں رک جانا چاہئے وہاں رک گئے' یعنی توحید کی پوری بات کہی' لیکن اس کو اتنا دراز نہیں کیا کہ وہ لوگ یہ کہنے لگتے کہ آپ اگر خواب کی تعبیر دے سکتے ہیں تو دیجئے' ورنہ ہم فرصت سے آئیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے دل و دماغ کا دروازہ کھلا ہے' اور دل کا دروازہ کبھی کبھی کھلتا ہے' قسمت سے کھلتا ہے' کبھی کسی غرض سے کھلتا ہے' کبھی کسی پریشانی سے کھلتا ہے' اس دروازہ سے جو اصل پیغام ہے وہ داخل کردینا چاہئے' لیکن وہ پیغام اس سبک روی کے ساتھ داخل ہو کہ وہ دروازے بند نہ ہو جائیں اور احتجاجا بند نہ ہو جائیں۔ میں تو حیران رہ جاتا ہوں' اور افسوس ہے کہ یہ پورا حصہ بائبل سے حذف ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کس کی تصنیف ہے اور قرآن کس کا نازل کیا ہوا ہے' ان کو خوب اندازہ تھا کہ یہ کتنی بات کے متحمل ہوسکتے ہیں' اتنی ہی بات انہوں نے کہی۔ مریض چاہتا ہے کہ اس کو اس کے درد کا مداوا جلد مل جائے تو انہوں نے کہا قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖ یعنی تمہارا راشن جو

مقرر ہے اس کے آنے سے پہلے تعبیر دے دوں گا۔ مخاطب کو یہی دوا طمینان چاہئیں' اس کی دوا مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور جلد ملتی ہے یا نہیں؟ اس درمیان میں توحید کا وعظ کہہ دیا۔

مطالعہ قرآن مجید سے علمی زندگی کا آغاز

میں اپنا تھوڑا سا تعارف کرانا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں قرآن شریف کا ایک حقیر اور ادنیٰ طالب علم ہوں۔ میری علمی زندگی قرآن مجید ہی کے مطالعہ سے شروع ہوئی۔ میں نے کئی جگہ لکھا ہے کہ مجھے اللہ نے ایک ایسا استاد عطا کیا جس کو ذوقِ ایمانی اور ذوقِ قرآنی ملا تھا۔ (1) وہ قرآن پڑھتے تھے اور روتے تھے۔ پہلا نقش جو مجھ پر پڑا وہ ان کی آواز کا' جو درد میں ڈوبی ہوتی تھی' یہ میری خوش نصیبی تھی' اور قرآن مجید کا اصل مزاج بھی یہی ہے۔

قرآن مجید کا مزاج صدیقی ہے

قرآن مجید کا مزاج صدیقی ہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا گیا کہ نماز پڑھاؤ اور حضور ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہو جاؤ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکرؓ کو اس سے معاف رکھا جائے کہ وہ "رجل بکاء" ہیں۔ جب وہ قرآن شریف پڑھنے لگتے ہیں تو پڑھ نہیں سکتے' ان پر گریہ غالب ہو جاتا ہے اور لوگ سن نہیں سکتے ہیں۔ اور یہی شکایت کی تھی مشرکین قریش نے جب حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کی اجازت دی گئی اور انہوں نے اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی۔ جب تک کہ وہ سری نماز پڑھتے رہے تو لوگ وہاں جمع نہیں ہوتے تھے' لیکن جب وہ قراءت کرنے لگے تو مرد و عورتیں اور بچے وہاں جمع ہونے لگے۔ پھر وہ رقت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے لگے تو پتھر بھی موم ہونے لگے تھے اور دلوں پر ایسا اثر ہونے لگا کہ قریش کو یہ فکر پڑ گئی کہ کہیں مکّہ معظمہ کی زندگی میں تہلکہ نہ مچ جائے اور زمامِ کار ان کے ہاتھوں سے نہ نکل جائے۔ اصل میں قرآن کا مزاج ہی یہی ہے کہ درد کے ساتھ' ایمانی حلاوت کے ساتھ پڑھا جائے۔ حدیث میں آتا ہے "اَلْاِیْمَانُ یمان وَ الْفِقْه یَمَان وَ الْحِکْمَة یَمانیة" یہ میری خوش نصیبی کہ پہلا معلم جو مجھے عطا کیا گیا وہ رقیق القلب تھا' دل دردمند رکھتا تھا اور ہم لوگوں کو حسرت رہتی تھی کہ وہ

دیر تک قرآن شریف پڑھیں اور ہم سنیں۔ وہ ہمارے محلہ کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھاتے تھے۔ شاذ و نادر کبھی ایسی نوبت آتی تھی کہ وہ پوری سورۃ پڑھ سکیں' پڑھنا شروع کیا کہ گریہ طاری ہوا' آواز بھرا گئی۔ ان کا روزانہ کا یہ معمول تھا۔ انہوں نے مجھے قرآن مجید کی کچھ سورتیں پڑھائیں۔ توحید کی سورتیں خاص طور پر انہوں نے مجھے پڑھانی شروع کیں۔ سورۂ زمر سے شروع کیا۔ پھر وہ وقت آیا کہ زبان وادب کی تعلیم غالب آگئی اور اسی میں مشغول ہو گیا' لیکن قرآن مجید کا جو ذوق تھا وہ وقتاً فوقتاً سامنے آتا تھا اور اثر کرتا تھا۔

اس کے بعد جب میری تعلیم ختم ہوئی تو قرآن مجید کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا' مدارس کے نصاب میں جو کتابیں پڑھی جاتی ہیں ان سے زیادہ پڑھیں' پھر یہاں لاہور آکر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید پورا پڑھا۔ یہاں بھی جس چیز نے متاثر کیا وہ ان کی قرآنی زندگی تھی جس کو قرآن ناطق کہا گیا ہے۔ اس سے قلب میں جلا محسوس ہوتی تھی۔ مولانا کی زاہدانہ زندگی' درویشانہ معاشرت اور عمل بالسنت کا مجھ پر وہ اثر پڑا جس کو "برکت" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں بھی رہا۔ میں نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے وقت مانگا کہ خاص خاص آیات' جن میں مجھے اشکال محسوس ہوتا ہے جو عام تفسیروں سے حل نہیں ہوتیں' وہ میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ مولانا مدنیؒ اپنے زمانہ کے بلند ترین علماء میں سے تھے اور علوم وفنون اور حدیث کے علاوہ (جس کے وہ مانے ہوئے استاد اور شیخ تھے) ان کو قرآن مجید کا خاص ذوق تھا۔ اس کا رنگ ان کی زندگی اور مزاج پر چھا گیا تھا۔ انہوں نے مجھے جمعہ کا دن دیا۔ مجھے یاد ہے کہ ان آیات کو منتخب کر لیتا تھا جو حل نہیں ہوتی تھیں۔ مولانا کثرت سے سفر کرتے تھے اور وہ تحریک کا زمانہ تھا' لیکن مجھے پھر بھی استفادہ کا کچھ موقع ملا۔

مولانا سید سلیمان ندوی اور علوم قرآن

اس کے علاوہ مجھے مولانا سید سلیمان ندویؒ سے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر اور بعض آیتوں پر ان کی تقریر سننے کا موقع ملا۔ میرا تاثر یہ ہے کہ میں نے قرآن مجید کے بارے میں کسی کا فہم اتنا عمیق نہیں پایا جتنا کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کا۔ یہ ایک تاریخی انکشاف ہے۔ لوگ سید صاحب کو مؤرخ اور سوانح نگار کی حیثیت سے جانتے ہیں' متکلم

کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن میرے نزدیک فہم قرآن میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ مجھے ہندوستان ہی نہیں بلکہ تحتی براعظم میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کا مطالعۂ قرآن اتنا وسیع اور عمیق ہو۔ اور اس غائر مطالعہ کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان وادب' بلاغت اور اعجازِ قرآنی کا مطالعہ ان کا بہت وسیع و عمیق تھا' پھر مولانا حمید الدین فراہیؒ (جو اس فن کے گویا امام تھے) کی صحبت میں رہ کر انہوں نے ان کی گفتگو' ان کی تحقیقات اور ان کے مطالعہ قرآن سے پورا استفادہ کیا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار ہم لوگ دار المصنفین گئے ہوئے تھے تو انہوں نے سورۂ جمعہ پر تقریر کی' میں نے ایسی عالمانہ' ایسی محققانہ اور ایسی نکات سے بھری ہوئی تقریر ابھی تک نہیں سنی تھی' کاش کہ وہ محفوظ ہو جاتی۔ تو مجھے سید صاحب سے مختصراً استفادہ کا موقع ملا۔ پھر جب دار العلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد میرا انتخاب ہوا تو خاص طور سے قرآن مجید کا درس میرے سپرد ہوا۔ وہاں قرآن کے درس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو متن قرآن پڑھایا جاتا ہے' اور یہ سلسلہ غالباً دار العلوم ندوۃ العلماء ہی سے شروع ہوا' پھر اور مدارس میں اس کی تقلید کی جانے لگی۔ اور یہی صحیح طریقہ ہے کہ ابتداء میں متن کو سامنے رکھ کر پڑھایا جائے بغیر کسی تفسیر کی مداخلت کے' استاد تیار ہو کر آئے اور وہ اپنا مطالعہ قرآن پیش کرے۔ تو مجھے کئی سال تک قرآن مجید کی خدمت کا موقع ملا۔ تفسیر بھی پڑھائی لیکن زیادہ متن قرآن پڑھایا۔ جو مضامین میرے سپرد کئے گئے تھے ان میں سب سے زیادہ اہم تفسیر والا مضمون تھا۔ میں نے اپنا تعارف اس لئے کرا دیا کہ آپ یہ سمجھیں کہ میں قرآن مجید کا ادنیٰ طالب علم ہوں' اس کے بعد جو کچھ بھی اللہ نے توفیق دی اس میں قرآن مجید کا سب سے بڑا حصہ ہے ع

"آنچہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم"

جن لوگوں نے میری ناچیز تحریریں اور تصنیفات دیکھی ہیں ان کو اندازہ ہوگا کہ میری تحریروں کا تانا بانا قرآن مجید ہی سے تیار ہوتا ہے۔ میں نے سب سے زیادہ قرآن سے مدد لی ہے اور پھر تاریخ سے' اور میں تاریخ کو قرآن مجید کی ہی تفسیر سمجھتا ہوں۔

اجتباء خاص' ہدایت عام

اس وقت جو آیت پڑھی گئی' اس آیت میں دو چیزیں بیان ہوئی ہیں' ایک مقام اجتباء اور دوسرے ہدایت۔ اجتباء کے لئے اللہ تعالیٰ نے صاف صاف کہہ دیا ہے "اَللّٰهُ

يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ" سارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے' جس کو چاہے وہ اجتباء سے سرفراز کرے اور اس کو قبولیت واجتباء کا درجہ عطا کرے' لیکن ہدایت کی سب انسانوں کو ضرورت ہے۔ "يَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ" وہ ان کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں' ہدایت کے طالب ہوتے ہیں' اور جن میں انابت کی' تواضع کی' بندگی کی اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو راستہ پر لگا دیتا ہے اور آخر تک پہنچا دیتا ہے' لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں انابت کی صفت پائی جائے "يَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ" میں اسی ٹکڑے پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید کے دو پہلو ہیں' ایک اس کا تعلیمی اور تبلیغی پہلو ہے' یعنی وہ عقائد جن پر ہر شخص کو ایمان لانا چاہئے اور سمجھنا چاہئے اور قرآن سے اخذ کرنا چاہئے' اس کے متعلق تو قرآن مجید کا اعلان ہے کہ "بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ" (روشن اور واضح عربی میں ہے) اس سے زیادہ واضح الفاظ میں بتا دیا ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ "ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے' کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟"

قرآن مجید پڑھ کر انسان مشرک نہیں ہو سکتا

کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ خدا اس سے کیا چاہتا ہے اور اس کی ہدایت کے لئے کیا شرائط ہیں اور توحید و رسالت اور معاد کا قرآنی تصور کیا ہے؟ قرآنی عقیدہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے کہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات مل سکے؟ اس کے لئے قرآن مجید آسان ہے اور کسی کو یہ کہنے کا عذر نہیں کہ ہم قرآن مجید سے ان باتوں کو سمجھ نہیں سکے' اور قرآن ہمارے لئے حجت نہیں' توحید کے بارے میں واضح سے واضح' صریح سے صریح' طاقت ور سے طاقت ور اور دو ٹوک بات جو کہی جا سکتی ہے قرآن مجید میں موجود ہے۔ قرآن مجید پڑھ کر آدمی سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن مشرک نہیں ہو سکتا۔ میں یہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ وہ ٹھوکریں کھا سکتا ہے' بے عمل ہو سکتا ہے' وہ فسق کی راہ اختیار کر سکتا ہے' لیکن جہاں تک توحید و شرک کا تعلق ہے تو قرآن مجید بالکل سورج کی طرح روشن ہے۔ اور سورج کیا چیز ہے اس میں کسی قسم کے اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ اور جہاں تک رسالت کے عقیدہ کا تعلق ہے کہ نبوت کیا چیز ہے؟ انبیاء کیا ہیں؟ ان کے ذمہ کون

سی چیز سپرد کی گئی؟ ان کو کیا حکم ہوتا ہے؟ وہ کیا تعلیم دیتے ہیں؟ ان کی سیرت کیسی ہوتی ہے؟ ان کی زندگی کیسی پاک بازانہ اور بلند ہوتی ہے؟ یہ قرآن مجید میں صاف طور سے بیان کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنا تعارف بھی کراتے ہیں' وہ شبہوں کو بھی دور کرتے ہیں۔ آپ سورۂ اعراف پڑھئے' سورۂ ہود پڑھئے' سورۂ شعراء پڑھئے' اس میں ایک ایک نبی کا نام لے کر تعارف کرایا گیا اور ثبوت دیا گیا ہے۔

عقل جج نہیں بلکہ وکیل ہے

جہاں تک رسالت و انبیاء کا تعلق ہے' اس کے بارے میں بھی قرآن مجید میں کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر کوئی آدمی گمراہی کا ارادہ ہی کر لے تو گنجائش تو ہر چیز کی ہے۔ آپ ہی میں سے کوئی صاحب' جن کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت عطا کی ہو' کھڑا ہو اور کہے کہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ (۲) اس وقت دن ہے' سورج روشن ہے اور ہمیں دھوپ کی تمازت محسوس ہو رہی ہے' تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہم سب کو لاجواب کر دے۔ اس کا تو زبان اور ذہانت سے تعلق ہے' مقدموں میں عدالتوں میں کیا ہوتا ہے؟ دن کو رات اور رات کو دن ثابت کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے استاد مولانا عبدالباری ندویؒ فرمایا کرتے تھے کہ عقل جج نہیں' بلکہ وکیل ہے' اس کو فیس ملنی چاہئے تو پھر یہ ہر مقدمہ کو ثابت کر سکتی ہے۔ جب کوئی فلسفہ آیا عقل نے اس کی صداقت کو اس طرح ثابت کیا کہ وہ بالکل بدیہی حقیقت معلوم ہونے لگی۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی آدمی طے کر لے کہ قرآن مجید سے کوئی بات نکالنا ہے' اور اس کی مثال میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں' میں اسلامک اسٹڈیز کانفرنس کے ایک جلسہ میں شریک تھا' وہاں ایک صاحب نے مقالہ پڑھا' میں ان کا نام اور جگہ کا نام نہیں لوں گا' انہوں نے اپنے مقالہ میں یہ ثابت کیا کہ قرآن میں جہاں صلٰوۃ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد علاقائی حکومت ہے اور جہاں الصلٰوۃ الوسطیٰ آیا ہے اس سے مُراد مرکزی حکومت ہے۔ اور ثابت کیا کہ سارے قرآن میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے' مجھے اسی وقت بڑی سختی سے اس کی تردید کرنی پڑی۔

ہدایت کے لئے قرآن آسان ہے

ہدایت کے لئے قرآن مجید آسان ہے' اس میں کہیں کوئی شبہ نہیں' لیکن جہاں تک

اس کے علوم کا تعلق ہے' اس کے رفیع و دقیق مضامین کا تعلق ہے۔ اس میں کسی چیز کے متعلق دعوے کے ساتھ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہم جو کچھ سمجھتے ہیں اس کے علاوہ سب غلط ہے۔ قرآن کے بارے میں سب سے الگ' منفرد و شاذ رائے قائم کرنا بڑی خطرہ کی بات ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول ہے :

ای سماء تظلنی و ای ارض تعلنی اذا قلت فی کتاب اللّٰہ مالا اعلم

"اے اللہ! کس آسمان کے نیچے پناہ لوں گا اور کس زمین پر چلوں گا اگر میں کتاب اللہ کی آیت کے متعلق کوئی ایسی بات کہہ دوں جس کی کوئی بنیاد' کوئی تحقیق نہیں"۔

اور قرآن کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام رویہ تھا۔ حضرت عمرؓ خود کسی کے لفظ کے بارے میں فرماتے کہ اس کے کیا معنی؟ اور پھر خود ہی کہہ دیتے کہ "ثَکِلَتْکَ امک یاعمر" "عمر تیری ماں تجھ پر روئے" (اگر تجھے اس ایک لفظ کے معنی نہیں معلوم تو کیا غضب ہوا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندازِ فکر بتاتا ہے کہ پورے قرآن پر حاوی ہونے کو وہ نہ تو ممکن سمجھتے تھے اور نہ ضروری۔ میری یہ جرأت معاف کی جائے اور وہ یہ کہ قرآن کی جو اصل روح' اصل مدعا اور اصل مقصد ہے وہ حاصل ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ معاملہ ہونا چاہئے ادب و خشوع کا۔ ہمیں بہت سی چیزوں کی حقیقتیں معلوم نہ ہونے کے باوجود ان سے پورا پورا فائدہ پہنچا ہے۔ اگر کسی شخص کو قرآن مجید کے حقائق و مطالب معلوم نہیں' یہاں تک کہ پورے الفاظ کے معنی بھی معلوم نہیں' لیکن اس کے دل میں خدا کا خوف ہے' خشیت ہے' جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اُس کی یہ حالت ہوتی ہے جو اللہ نے فرمائی ﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ﴾ کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' وہ لرز جاتا ہے اور اس کا رُواں رُواں لرز جاتا ہے' کہتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ میرے رب کا کلام ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہدایت کے آخری مدارج تک پہنچ جائے اور اس کو قربِ بالقرآن حاصل ہو۔ حدیث میں آتا ہے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ قرآن مجید پڑھیں گے اور بہت تکلف سے پڑھیں گے' مگر ان کے حلق سے نہیں اترے گا۔ تو جہاں تک مضامین کا تعلق ہے میں ایک طالب علم کی حیثیت سے عرض کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور بڑے سے

بڑا آدمی اس کی وسعت کے سامنے لرزہ براندام رہتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اللہ کی ہدایت اور توفیق کے بغیر وہ ایک قدم نہیں چل سکتا۔

افادہ اللہ کی طرف سے

پہلی بات تو یہ سمجھئے کہ افادہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور یہ افادہ ہوتا ہے ان قلوب پر جو اللہ کی خشیت سے اور کلامِ ربانی کی ہیبت سے اور اس کے جلال سے معمور ہوتے ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے علوم کا ورود ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن مجید کو نوافل میں پڑھے اور یہ تصور کرے کہ جیسے قلب پر اسی وقت نزول ہو رہا ہے اور اس کا لطف لے اور اس میں گم ہو جانے کی کوشش کرے۔ قرآن مجید دماغی زور آزمائی کی چیز نہیں ہے کہ اپنا پسندیدہ مطلب قرآن مجید سے زور آزمائی کر کے نکالا جائے۔

تیسری بات یہ کہ دورانِ مطالعہ جو مطلب و معانی سمجھ میں آئیں تو یہ کہے کہ میری ناقص سمجھ میں یہ بات آئی ہے' ایسا سمجھ میں آتا ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہ کرے کہ آج تک قرآن کو کسی نے سمجھا نہیں' میں نے ہی سمجھا ہے۔ یہ بالکل صحیح نہیں ہے۔ میں نے بارہا کہا اور لکھا بھی ہے کہ اگر قرآن مجید اپنے کو تیرہ سو برس میں نہیں سمجھا سکا تو یہ قرآن مجید پر بہت بڑا الزام ہے۔ وہ تو کہتا ہے ﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ اور ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ اور آپ کہتے ہیں کہ ایک ہزار برس تک' بارہ سو برس تک قرآن مجید کے فلاں لفظ کی حقیقت آج تک کسی نے سمجھی نہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا افادہ اتنے دنوں تک بند رہا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک سیمینار میں اس کی اختتامی تقریر میں مَیں نے کہا تھا کہ اہل علم اپنی کسی تحقیق کو یہ کہہ کر پیش کرتے ہیں کہ ہمیں مطالعہ کا جتنا موقع ملا اس کے نتیجہ میں ہمارا خیال یہ ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں... لیکن یہ طریقہ کہ کوئی شخص اپنے نتائج فکر کو سو فیصد صحیح ثابت کرنے پر اصرار کرے اور اس کے عِلاوہ جو کچھ ہے سب کو غلط قرار دے' صحیح نہیں۔ قرآن مجید کے سلسلہ میں آتا ہے کہ اس کا نیا پن اور تازگی پرانی نہیں ہوگی اور اس کے عجائب کی کوئی انتہا نہیں۔ تو اگر آپ کو عمر نوح علیہ السلام بھی ملے اور وہ قرآن مجید کے تدبر میں صرف ہو تو ہر روز نئے نئے معانی کھلنے لگیں۔ ہماری عمر کا یہ محدود وقت' محدود قوت اور صلاحیت اور اس کے بعد ہمارا یہ دعویٰ کہ قرآن مجید اب تک سمجھا ہی نہیں گیا' یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

میری ذاتی کتاب

آخری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو اپنی کتاب سمجھا جائے' یہ کتابِ ہدایت ہے' یہ کتاب ابدی ہے' کتاب آسمانی ہے' لیکن میری ذاتی کتاب بھی ہے' میرا ذاتی ہدایت نامہ بھی ہے' اس میں میری ذاتی کمزوریاں بیان کی گئی ہیں' میرے ذاتی امراض کی نشاندہی کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہر آدمی اپنے آپ کو تلاش کر سکتا ہے۔ یہ جب ہو گا کہ آپ اس کو زندہ کتاب سمجھیں یا اپنی کتاب سمجھیں' اور آپ میں اپنی اصلاح کا جذبہ ہو۔ لوگوں کی اصلاح تو بعد میں ہو گی پہلے اپنی اصلاح ہو جائے۔

انبیاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میری ہدایت ہو جائے پھر میں دوسروں سے کچھ کہوں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ قرآن مجید کو اس لئے پڑھتے ہیں کہ یہ حجت بنے' دوسروں کو شرمندہ کیا جائے' دوسروں پر حجت قائم کی جائے' حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پڑھتے تھے اپنی اصلاح کے لئے۔ ایک آیت پڑھی اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ سورۂ بقرہ بعض اوقات مہینوں میں ختم ہوئی۔

یہ چند باتیں ایک طالب علم کی حیثیت سے میرے ذہن میں تھیں وہ سب میں نے آپ کے سامنے رکھ دیں۔ "یَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ" کے میدان میں جہاں تک ہم کوشش کر سکتے ہیں' کریں۔ اللہ جس کو چاہے مقام اجتباء تک پہنچائے' ہم اس کے مکلف نہیں ہیں۔ ہم سیکھنا چاہیں' ہم ہدایت حاصل کرنا چاہیں' ہم بننا چاہیں اور اپنی زندگی میں انقلاب لانا چاہیں تو قرآن مجید موجود ہے جو ہماری رہنمائی بھی کرے گا اور منزلِ مقصود پر بھی پہنچائے گا۔ ہم میں ہدایت کی طلب' اپنی احتیاج کا احساس اور اپنی بے بضاعتی کا اعتراف ہونا چاہئے۔ اسی کے مجموعہ کا نام انابت ہے۔ میں دعا کرتا ہوں' آپ بھی دعا کریں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ○

حواشی

(۱) شیخ خلیل بن محمد یمانی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "پرانے چراغ" مستقل مضمون۔)

(۲) تقریر شب میں تھی۔

مبلّغ کی پہلی منزل

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں تبلیغ دین کا کام کرنا چاہتا ہوں' امربالمعروف و نہی عن المنکر کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم اس مرتبہ پر پہنچ چکے ہو؟ اس نے کہا ہاں توقع تو ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ نہ ہو کہ قرآن کی تین آیتیں رسوا کردیں گی تو ضرور تبلیغ دین کا کام کرو۔ اس نے کہا وہ کونسی تین آیتیں ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا : پہلی آیت یہ ہے :

﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُم ﴾ (بقرہ : ۴۴)

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا وعظ کہتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو؟"

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا اس آیت پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اور دوسری آیت :

﴿ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الصف : ۲)

"تم کیوں کہتے ہو وہ بات جس کو کرتے نہیں"۔

تو اس پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اور تیسری آیت :

﴿ مَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ﴾ (ھود : ۸۸)

"(شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا) جن بری باتوں سے میں تمہیں منع کرتا ہوں ان کو بڑھ کر خود کرنے لگوں' میری نیت یہ نہیں' بلکہ میں تو ان سے بہت دور رہوں گا (تم میرے قول اور عمل میں تضاد نہ دیکھو گے)"۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ اس آیت پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا نہیں' تو فرمایا: جاؤ' پہلے اپنے کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو' یہ مبلّغ کی پہلی منزل ہے۔

(معارف الحدیث' از مولانا منظور احمد نعمانی ؒ سے ایک انتخاب)

تجھے کیا ملے گا نماز میں؟

تالیف : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

ذرا غور کریں!

ایک آدمی کام دھندا چھوڑتا ہے' اپنا آرام ترک کرتا ہے' اہل خانہ یا احباب کے درمیان سے اٹھ کر جاتا ہے' وضو کرتا ہے' مناسب کپڑوں کا اہتمام کرتا ہے' نماز کے لئے مسجد تک جاتا ہے' نماز کھڑی ہونے کا انتظار کرتا ہے' جماعت میں شریک ہوتا ہے' سردی گرمی کی مشقت برداشت کرتا ہے' لیکن اگر آخرت میں جا کر یہ پتہ چلے کہ اس کے نامۂ اعمال میں نماز کی کوئی نیکی تحریر ہی نہیں تو ذرا سوچیں اس کا کتنا بڑا نقصان ہو گیا' اور اب تلافی کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ ایسے بد نصیب کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًاO اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًاO ﴾

(الکهف : ۱۰۳'۱۰۴)

"(اے نبی!) ان سے کہو: کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جدوجہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔"

لہٰذا جس طرح دنیا کی خاطر مزدوری کرنے والا اپنی اُجرت کی رقم خوب پڑتال کر کے لیتا ہے کہ مبادا یہ نوٹ جعلی نکل آئیں اور سارے دن کی محنت نہ صرف اکارت جائے بلکہ اس پر جعلی نوٹ رکھنے کا مقدمہ بن جائے' اسی طرح آخرت کی خاطر مزدوری کرنے والے کو بھی اپنے اعمال کی پڑتال خوب دھیان سے کرنی چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محنت بھی کرتے رہیں اور آخرت میں اجر و ثواب سے محرومی بھی رہے' اور عین ممکن ہے کہ مجرمانہ غفلت کا مقدمہ بھی چل جائے۔ لہٰذا ذیل میں ہم ان لوگوں کی نمازوں اور اس قسم

کی نمازوں کا تذکرہ تفصیل و دلیل سے کرنے جا رہے ہیں جو بظاہر ادا بھی کی جا رہی ہیں' لیکن کتاب و سُنّت پر مبنی دلائل بتا رہے ہیں کہ ایسی نمازیں اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں' بلکہ عین ممکن ہے کہ ایسی نمازوں کی وجہ سے الٹا سزا مل جائے۔

ہمارے پیش نظر فقہی اصولوں کی بنا پر ایسی نمازوں سے بحث کرنا نہیں جو نمازیں ہوتی ہی نہیں' مثلاً بے وضو آدمی کی نماز' یا جان بوجھ کر قبلہ رخ چھوڑ کر دوسری طرف ادا کی گئی نماز' بلکہ ہمارے پیش نظر ایسے افراد کی نماز سے بحث کرنا ہے جو بزعم خود صحیح نماز پڑھ رہے ہیں' لیکن شرعی اصولوں کے مطابق ان کی نماز میں کوئی ایسی کمی تھی جس کی وجہ سے وہ ثواب سے محروم رہے' یا الٹا اللہ کے ہاں مجرم بن گئے' مثلاً ریا کار کی نماز۔ یا پھر ان کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو فقہی طور پر بھی قابل مواخذہ ہیں' لیکن ہمارے ہاں ان کی پرواہ نہیں کی جاتی' بلکہ علماء و فقہاء ان کو بیان کرنے کی زحمت ہی نہیں کرتے' جیسے باریک دوپٹے میں نماز' یا ٹخنوں سے نیچے کپڑا کر کے مرد کی نماز۔ ہماری معروضات کو انہی اصولوں کی روشنی میں دیکھا اور پڑھا جائے۔

ایسی نمازیں قابل قبول نہیں

① کافر کی نماز

اسلام میں اعمال کی قبولیت کی پہلی شرط "ایمان" ہے۔ جو آدمی ایمان لائے' پھر نیک عمل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے' ورنہ نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ [1] فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ ﴾ (النساء : ۱۲۴)

"اور جو نیک عمل کرے گا' خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو' تو ایسے ہی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہو گی"۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں قبولیت اعمال اور دخولِ جنّت کی دو شرطیں بیان کی ہیں۔ جس کو جنّت عزیز و مرغوب ہو وہ ان دو شرطوں کا خیال رکھے :

پہلی شرط : ایمان یعنی اللہ تعالیٰ' فرشتوں' رسولوں' کتابوں' مراحل آخرت اور تقدیر کے اچھے برے نتائج پر ایمان و یقین۔

دوسری شرط : عمل صالح ہو۔ عمل صالح کا معنی ہے کہ عمل اللہ کی رضا کی خاطر کیا جائے اور رسول اکرم ﷺ کی ہدایت کے عین مطابق کیا جائے۔

اگر پہلی شرط نہ پائی گئی تو کفر لازم ہے' جس کے ساتھ قبولیت اعمال ممکن نہیں۔ اور اگر دوسری شرط نہ پائی گئی تو بدعت لازم ہے' جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔

(۲) مشرک کی نماز

بنیادی طور پر مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتا ہے' البتہ ذات' صفات یا حقوق و اختیارات میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے برابر یا شریک بنا دیتا ہے' لہٰذا مشرک کہلاتا ہے۔ ایسے آدمی کی بھی کوئی عبادت یا نیکی اللہ کے ہاں قبول نہیں' کیونکہ نیکی کی قبولیت کے لئے اخلاص شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا اِلاَّ لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ○ ﴾ (البينة : ۵)

"اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے بالکل یک سو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں' یہی نہایت صحیح و درست دین ہے"۔

اور اگر مشرک کوئی نیک عمل کرتا بھی ہے تو اجر و ثواب کا مستحق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ ﴾ (الانعام : ۸۸)

(متعدد انبیاء و رُسل علیہم السلام کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا) "اگر کہیں (بالفرض) ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا"۔

اسی بات کو تاکید مزید کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمایا :

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ ﴾ (الزمر : ۶۵)

"(اے نبی!) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جاچکی ہے کہ اگر (بالفرض) تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے"۔

شرک کی پاداش میں اعمال کے ضائع ہونے کا لازمی نتیجہ ہے کہ مشرک جنت سے محروم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ ﴾ (المائدة : ۷۲)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے' اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"۔

(۳) منافق کی نماز

چونکہ اعتقادی منافق زبان سے توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہے اس لئے دنیا میں اس پر شرعی احکام مسلمانوں والے ہی لاگو ہوتے ہیں' حالانکہ وہ اصلاً کافر ہی ہوتا ہے کہ دل سے ایمان نہیں لاتا' لہٰذا آخرت میں اُس کے ساتھ معاملہ کافروں والا کیا جائے گا۔ بلکہ عذاب تو کافروں سے بھی زیادہ سخت ہو گا' کیونکہ وہ کافر ہونے کے ساتھ ساتھ دھوکے باز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافق کے ظاہر و باطن کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ○ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ○ ﴾ (البقرة : ۸'۹)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے' حالانکہ درحقیقت وہ مؤمن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں' مگر دراصل وہ اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے"۔

اسی دھوکے بازی کی وجہ سے اس کی سزا بھی عام کافروں کے مقابلے میں زیادہ سخت ہو گی۔ فرمایا :

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ ﴾ (النساء : ۱۴۵)

"یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے"۔
اصلاً تو ایسے لوگوں کے لئے کوئی نیکی ہے ہی نہیں' لیکن چونکہ وہ بظاہر نماز ادا کرتے ہیں' روزہ رکھتے ہیں تو اِن ظاہری اعمال کا کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال و کردار کا نقشہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ ﴾

(المائدۃ : ۵۳)

"اور اُس وقت اہل ایمان کہیں گے: کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ ناکام و نامراد ہو کر رہے"۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں :

"یعنی جو کچھ انہوں نے اسلام کی پیروی میں کیا' نمازیں پڑھیں' روزے رکھے' زکوۃ دی' جہاد میں شریک ہوئے' قوانین اسلام کی اطاعت کی' یہ سب کچھ اس بناء پر ضائع ہو گیا کہ ان کے دلوں میں اسلام کے لئے خلوص نہ تھا....."

(تفہیم القرآن' ج ا' ص ۴۸۱' حاشیہ ۸۶)

یہی موضوع مزید تفصیل سے دیکھنے کے لئے رجوع فرمائیں : (سورۂ محمد : ۲۸' تفہیم القرآن' ج ۵' ص ۲۹۔۳۰' حاشیہ ۳۸)

(۴) منافقانہ صفات والی نماز

بعض صفات کو اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی نماز کی صفات قرار دیا ہے۔ ظاہر بات ہے نماز ایسی کیونکر شرفِ قبولیت پا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾

(النساء : ۱۴۲)

"بلاشبہ یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں' حالانکہ در حقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ جب یہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو

کسمساتے ہوئے‘ محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں منافقوں کی نماز کی تین صفات بیان ہوئی ہیں :

① کسمساتے ہوئے اٹھتے ہیں‘ یعنی بے دلی کے ساتھ‘ گویا کہ دل پر پتھر رکھ کر نماز کے لئے اٹھتے ہیں۔

② لوگوں کے لئے دکھلاوا کرتے ہیں‘ یعنی اگر لوگوں کے ساتھ موجود ہیں تو پڑھ لی‘ ورنہ کوئی بات نہیں۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جب لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں تو بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں‘ ورنہ جلدی جلدی پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔

③ اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں‘ کیونکہ ان کا دل نماز میں نہیں ہوتا‘ بلکہ ذاتی دلچسپی کے معاملات میں الجھا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کو یاد کرنے کا کم ہی موقع ملتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((تِلْكَ صَلاَةُ الْمُنَافِقِ‘ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ‘ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَهَا اَرْبَعًا‘ لاَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلاَّ قَلِيْلاً))[۲]

"یہ تو منافق کی نماز ہے‘ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے‘ حتیٰ کہ جب وہ غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو جلدی جلدی چار ٹھونگے مار لیتا ہے‘ اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتا ہے"۔

مسند احمد کی روایت میں "نَقْرُ الدِّيْكِ"[۳] (مرغ کی طرح ٹھونگے مارنے) کے الفاظ ہیں۔

④ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق بالکل آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے‘ گویا کہ اول وقت میں اہتمام کرنے کی بجائے آخر وقت میں چالو قسم کی نماز پڑھتا ہے۔

⑤ منافقانہ نماز کی پانچویں نشانی جلدی جلدی نماز پڑھنا ہے‘ گویا کہ اوپر نیچے ہونے کی ورزش تو کر رہا ہے‘ عملاً اللہ کو یاد نہیں کر رہا۔

نماز کے بارے میں منافقوں کی ایک اور عادت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((لَيْسَ صَلاَةٌ اَثْقَلُ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ))[۴]

"منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ دوسری کوئی نماز بھاری نہیں ہوتی"۔

بات ظاہر ہے کہ یہ دونوں وقت آرام اور اہل خانہ کے پاس بیٹھنے کے ہوتے ہیں' اس لئے انہیں ذاتی مفاد چھوڑ کر نماز کے لئے نکلنا مشکل محسوس ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا علامتوں کی روشنی میں ہم اپنی نمازوں کا جائزہ لے لیں۔ اگر نماز اِن علامتوں سے پاک ہے تو الحمد للہ' ورنہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنا حساب کرلیں۔

⑤ جادوگر کی نماز

بالعموم اس قماش کے لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں' بالفرض اگر پڑھ بھی لیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ جادوگر مسلمان نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾

(البقرۃ : ۱۰۲)

"حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا' کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے"۔

چونکہ جادوگر شیاطین اور ارواحِ خبیثہ سے مدد لیتا ہے' اور یہ اُس وقت جادوگر کی مدد کرتے ہیں جب جادوگر ان کی پوجا کرتا ہے' جس میں لازماً شرکیہ و کفریہ کلمات ہوتے ہیں۔ اس لئے اکثر علماءِ دین کے نزدیک جادوگر کافر ہے اور واجب قتل ہے۔ لہٰذا ایسے آدمی کی نماز کیونکر قبول ہو سکتی ہے؟[۵]

⑥ کاہن' نجومی' پامسٹ' عراف وغیرہ کی نماز

جو آدمی ایسے لوگوں کے پاس آتا ہے اور ان سے کچھ پوچھتا ہے اس کی بھی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلَاةٌ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً))[۶]

"جو شخص کسی "عراف"[۷] کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی"۔

غور طلب مقام ہے کہ اگر صرف پوچھنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی تو جس سے پوچھا جا رہا ہے' اس کی نماز کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ اور اگر پوچھنے کے بعد اس کی باتوں کو دل سے لگالیا اور ان پر یقین کرلیا تو پھر ایمان کی خیر نہیں۔[۸]

⑦ ریاکاری کی نماز

ریاکاری بالعموم منافقوں کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی مخلص و صادق مسلمان بھی ریاکاری کی خاطر نماز پڑھے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کی نماز بھی قبول نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (الکہف : ۱۱۰)

"پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے"۔

بیشتر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مذکور شرک سے مراد ریاکاری ہے اور احادیث میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○ ﴾ (الماعون : ۴-۷)

"پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے' جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں"۔

نہ صرف ریاکار کی نماز تباہی و بربادی کا موجب ہے بلکہ یہ ایسی حرکت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے شرک قرار دیا ہے۔ اگر ریاکاری کو شرکِ اصغر بھی مان لیا جائے تب بھی بڑے خسارے کا سودا ہے' بلکہ عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ' وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ . . .)) [9]

"جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا' اور جس نے دکھلاوے کا روزہ رکھا اس نے بھی شرک کیا...."

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((مَنْ اَحْسَنَ الصَّلَاةَ حَيْثُ يَرَاهَا النَّاسُ وَاَسَاءَهَا حَيْثُ يَخْلُوْ

فَتِلْكَ اِسْتِهَانَةٌ ' اِسْتَهَانَ بِهَا رَبَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی)) (۱۰)

"جس نے ایسی جگہ ' جہاں لوگ دیکھ رہے ہوں ' اچھی طرح نماز پڑھی اور تنہائی میں جلدی جلدی نماز ادا کی ' ایسے شخص نے نماز کے ذریعے اپنے رب کی توہین کی"۔

⑧ کھانے کی موجودگی ' یا قضائے حاجت کی ضرورت کے ساتھ نماز ادا کرنا

نماز کی اصل روح یہ ہے کہ انسان خالص اللہ کے لئے یک سو ہو کر ' خشوع و خضوع سے ' اطمینانِ قلبی کے ساتھ اللہ کو یاد کرے ' اور جو کیفیت اس خشوع و خضوع پر اثر انداز ہو سکتی ہو اور ذکر الٰہی میں رکاوٹ ڈالے اس سے پہلے ہی فارغ ہو جائے۔ مثلاً ایک آدمی کو شدید بھوک لگی ہوئی ہے ' کھانا بھی سامنے موجود ہے اور کسی قسم کی کوئی رکاوٹ بھی نہیں ' تو اب ظاہر بات ہے کہ اگر وہ نماز میں مصروف ہو گیا تو دھیان کھانے کی طرف جائے گا اور نماز میں مطلوبہ خشوع و خضوع حاصل نہ ہو گا۔ لہٰذا وہ پہلے کھانا کھالے اور پھر سکون سے نماز پڑھ لے۔ اسی طرح اگر اسے پیشاب یا پاخانے کی حاجت تنگ کر رہی ہے تو ظاہر ہے وہ سکون سے نماز ادا نہیں کر سکے گا ' لہٰذا اسے پہلے حاجت سے فارغ ہو جانا چاہئے تاکہ مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا :

((لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ ' وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ)) (۱۱)

"کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہے اور نہ ہی اُس وقت جب اُسے بول و براز تنگ کر رہے ہوں"۔

اسی طرح اگر کسی کے پیٹ میں ہوا کا شدید زور ہو گیا ہو یا یک دم کوئی شدید درد شروع ہو گیا ہو تو بھی نماز صحیح نہیں ہو گی ' بلکہ اسے فوری پریشانی سے خلاصی پا لینی چاہئے اور اس کے بعد سکون سے نماز پڑھنی چاہئے۔

بعض ائمہ نے ایسی حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے ' لیکن یہ بات اُس وقت تک صحیح ہے جب معاملہ قابل برداشت ہو ' مگر جب ناقابل برداشت ہو جائے اور آدمی اپنے اوپر جبر کر کے نماز پڑھ رہا ہو تو نماز قطعاً قبول نہیں ہو گی۔

⑨ اذان سننے کے باوجود بلاعذر مسجد میں نہ جانا

امت محمد ﷺ کے بالغ مَردوں اور دس سال سے بڑے بچوں کے لئے ضروری ہے کہ نماز مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ ادا کریں' ورنہ نماز کا حق ادا ہونا تو دور کی بات ہے' شدید خطرہ ہے کہ نماز ہی قبول نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يُجِبْ فَلاَ صَلاَةَ لَهُ اِلاَّ مِنْ عُذْرٍ)) (۱۲)

"جس نے اذان سنی' اس کے باوجود نماز پر نہیں آیا' اس کی نماز نہیں ہے' اِلاّ یہ کہ اس کے پاس کوئی عذر ہو"۔

اس ضمن میں کس چیز کو شریعت عذر تسلیم کرتی ہے' اس کی تفصیل صحیح ابن حبان (الاحسان)۵/۴۱۷ تا ۴۴۶' از حدیث ۲۰۶۵ تا ۲۰۹۲ دیکھی جاسکتی ہے۔

احادیث میں مذکور عذروں کا خلاصہ یہ ہے :

① عاجز کر دینے والا مرض' جس کے ساتھ چلنا پھرنا دشوار ہو۔
② بھوک لگی ہو' کھانا تیار ہو اور رکھایا جاسکتا ہو (شرعی یا فطری رکاوٹ نہ ہو۔)
③ نماز کے وقت بلا اِرادہ سو تا رہ جائے۔
④ نماز کا خیال ہی ذہن سے نکل جائے۔ شدید مصروفیت یا ہنگامی حالات میں ایسا ہو سکتا ہے۔
⑤ بہت زیادہ موٹا آدمی' جس کے لئے آنا جانا دشوار ہو۔
⑥ پیشاب یا پاخانے کی ضرورت درپیش ہو۔
⑦ راستے میں دشمن کا خطرہ' یا پیچھے جان مال کا خطرہ ہو۔
⑧ شدید سردی جو تکلیف کا باعث بنے' مثلاً بوڑھا ہے یا دمے کا مریض ہے' یا کمزور ہے اور سردی برداشت نہیں ہوتی۔
⑨ بارش ہو رہی ہو' آنا جانا تکلیف دہ ہو' مثلاً کیچڑ ہو' اندھیرا ہو' راستے میں ندی وغیرہ ہو یا ایسی کوئی اور وجہ ہو۔
⑩ شدید تاریکی ہو جس کی وجہ سے راستہ دکھائی نہ دے۔

(۱۱) جس نے کچا لہسن' کچا پیاز' یا کچا کراث (۱۳) کھایا ہو۔
(۱۲) نابینا آدمی جس کو لانے اور لے جانے والا کوئی نہ ہو۔

اختصار کے پیش نظر احادیث کا ذکر نہیں کیا' ورنہ بات بہت پھیل جاتی۔ میری معلومات کی حد تک تمام احادیث صحیح ہیں۔

(۱۰) صف کے پیچھے تنہا نماز ادا کرنا

اسلام میں نماز باجماعت کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی لئے مسجدیں بنوائی جاتی ہیں' اذان ہوتی ہے' مؤذن مقرر کیا جاتا ہے' امام مقرر کیا جاتا ہے اور دوسرے انتظامات کئے جاتے ہیں' تاکہ مسلمان مل کر نماز ادا کریں۔ اگر ایک شخص آئے اور صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز نہیں ہوتی' کیونکہ عملاً وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا نہیں کر رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی صف کے پیچھے تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو اسے نماز دہرانے کا حکم دیا (۱۴)۔ ظاہر بات ہے کہ اگر اس کی نماز صحیح ہوتی تو آپؐ اسے دہرانے کا حکم نہ فرماتے۔

(۱۱) اقامت ہونے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنا

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایک طرف نماز کھڑی ہے دوسری طرف وہ (بزعم خود) سنّتیں ادا کر رہے ہیں' حالانکہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد اسی جگہ کسی قسم کی کوئی نماز جائز نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((اِذَا اُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَلاَ صَلاَةَ اِلاَّ الْمَكْتُوبَةُ)) (۱۵)

"جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کوئی نماز نہیں سوائے فرض نماز کے"۔

اتنی واضح نص ہونے کے باوجود بھی جو حضرات جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنّت ادا کرنے کو صحیح کہتے ہیں' خبر نہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی پیروی کر رہے ہیں یا نیا دین گھڑ رہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم آ گیا تو سب کی بات ختم ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا جبکہ آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو اس نے مسجد کے کونے میں دو رکعت نماز ادا کی' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نماز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے

بعد اس سے فرمایا :

((يَا فُلَانُ! بِاَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اعْتَدَدْتَ؟ اَبِصَلَاتِكَ وَحْدَكَ اَمْ بِصَلَاتِكَ مَعَنَا؟)) (١٦)

"جناب! آپ نے دونوں نمازوں میں سے کونسی نماز شمار کی ہے؟ جو نماز تنہا پڑھی تھی وہ 'یا وہ نماز جو ہمارے ساتھ ادا کی ہے؟"

بات واضح ہے کہ ایک آدمی جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد میں آتا ہے اور وہ سنّتیں بھی پڑھنا چاہتا ہے 'تو ظاہر بات ہے وہ جلدی جلدی نماز ادا کرے گا' نہ سلیقے سے رکوع و سجود کرے گا اور نہ سکون سے تسبیحات پڑھ سکے گا۔ ایسی نماز کا کیا فائدہ؟ اس حرکت سے وہ تکبیر تحریمہ کی فضیلت سے محروم رہا' امام کی تلاوت بھی نہ سن سکا' سکون سے قیام بھی نہ کر پایا۔ عین ممکن ہے اس کی پہلی رکعت بھی نکل جائے اور وہ بھاگم بھاگ میں ہی رہے' جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ ﴾

(المؤمنون : ۱'۲)

"یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے' جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں"۔

اور ایسی نمازوں میں خشوع کہاں؟؟

(۱۲) حالتِ نشہ میں نماز پڑھنا

نماز تو نام ہے جسم و جان سے زیادہ دل و دماغ کو اللہ کے حضور پیش کرنے کا ـــــ اور نشے میں چُور کو یہ مقام کیسے مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ... ﴾ (النساء : ۴۳)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔ نماز اس وقت پڑھنی چاہئے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو"۔

نشہ کی حالت میں نہ صرف نماز پڑھنا منع ہے' بلکہ نشہ کرنے والے کی عرصہ چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

((مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا' فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ' فَاِنْ عَادَ لَمْ تُقْبَلْ صَلاَةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا' فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ' فَاِنْ عَادَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا' فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ' فَاِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا' فَاِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخِبَالِ))(۱۷)

"جس نے شراب پی چالیس روز تک اُس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔ اگر اُس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔ اس نے اگر دوبارہ پی تو چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہو گی۔ اس کے بعد اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔ اگر اس نے تیسری بار پی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔ پھر اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔ اگر اس نے چوتھی بار پی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔ اس کے بعد اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول نہیں کرے گا اور اسے "خِبَال" نامی نہر سے پلائے گا"۔

"خبال" سے مراد وہ نہر ہے جس میں دوزخیوں کے خون اور پیپ اکٹھے ہو کر بہیں گے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

واضح رہے کہ سنن النسائی اور مسند احمد کی روایات میں "شَرْبَةً" کا اضافہ بھی ہے' جس کے معنی ہیں کہ "جس نے ایک گھونٹ شراب پی" اس کا یہ انجام ہو گا۔

(باقی اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمایئے)

حواشی

۱) یہی مضمون سورۃ النحل : ۹۷' طٰہٰ : ۱۱۲' الانبیاء : ۹۴' غافر/المؤمن : ۴۰ میں بیان ہوا ہے۔

۲) صحیح مسلم' کتاب المساجد' ح : ۶۲۲' باب ۳۴' و سنن ابی داوٗد' کتاب الصلاۃ' ح : ۴۱۳' باب وقت صلاۃ العصر

۳) مسند احمد ۳/۲۴۷

۴) صحیح البخاری' کتاب الجماعۃ' باب فضل العشاء فی الجماعۃ' ح : ۶۲۶ و صحیح مسلم' کتاب المساجد' باب فضل صلاۃ الجماعۃ' ح : ۶۵۱

۵) تفصیل مزید کیلئے میری کتاب "کبیرہ گناہوں کی حقیقت" دیکھی جا سکتی ہے، جسے نورِ اسلام اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے۔

۶) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانة واتیان الکھان، ح : ۲۲۳۰ و مسند احمد ۳۸۰/۵

۷) "عراف" سے مراد ہر وہ شخص ہے جو جنوں، شیطانوں، ستاروں کے حساب کتاب یا ہاتھ کی لکیروں وغیرہ کے ذریعے غیب کی خبریں دینے کا دعوے دار ہو۔

۸) تفصیل مزید کے لئے ملاحظہ ہو "اسلام کے منافی امور" تالیف فضیلۃ الشیخ الاستاذ ابو کلیم مقصود الحسن فیضی (زیر طبع)

۹) مسند احمد ۱۲۶/۴ والمستدرك للحاكم ۳۲۹/۴، کتاب الرقاق

۱۰) مسند ابی یعلیٰ، ح : ۵۱۱۷، ج۹/ ۵۴ اسی حدیث کو حافظ ابن حجر نے المطالب العالیہ، ح : ۳۲۰۰، ج ۱۸۳/۳ میں بیان کیا ہے اور حسن کہا ہے۔ جبکہ امام الہیثمی نے ابراہیم بن مسلم الہجری کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ مجمع الزوائد، ح : ۱۷۶۵۳، ج ۳۹۸/۱۰

۱۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب ۱۲ و سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب ۴۳

۱۲) صحیح ابن حبان (الاحسان)، ح : ۲۰۶۴ ج۲۱۵/۵ و شرح السنة للبغوی، ح : ۷۹۴ و سنن ابن ماجه، ح : ۷۹۳ و سنن ابی داؤد، ح : ۵۵۱

۱۳) پیاز یا لہسن کی سبز شاخ سے ملتی جلتی ایک بدبودار سبزی ہے جو عموماً جزیرہ عربیہ میں پائی جاتی ہے۔

۱۴) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الرجل یصلی وحده خلف الصف، ح : ۶۸۲ و سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوة، باب صلاة الرجل خلف الصف وحده، ح : ۱۰۰۳ و ۱۰۰۴۔ علامہ البانیؒ نے حدیث کو صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو ارواء الغلیل، ح : ۵۴۱، ج ۳۲۳/۲

۱۵) صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب کراهة الشروع فی نافلة بعد شروع المؤذن، ح : ۷۱۰ و سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب اذا ادرك الامام ولم یصل رکعتی الفجر، ح : ۱۲۶۶

۱۶) صحیح مسلم و سنن ابی داؤد، حوالہ سابقہ

۱۷) سنن الترمذی، کتاب الاشربة، باب ما جاء فی شارب الخمر، ح : ۱۸۶۲ و مسند احمد ۱۷۶/۲، و سنن النسائی، کتاب الاشربة، باب توبة شارب الخمر، ح : ۵۶۸۶۔ محققین نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح الجامع، ح : ۶۳۱۲

مسلمان کا طرزِ حیات(۴)

علامہ ابو بکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منہاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب العقائد

آٹھواں باب

اللہ کے رسولوں علیہم السلام پر ایمان

ہر مسلمان کا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں کچھ افراد کو منتخب کرکے انہیں رسالت اور نبوت کے شرف سے مشرف فرمایا' انہیں وحی کے ذریعے اپنے احکام سے باخبر فرمایا' اور انہیں حکم دیا کہ وہ عام لوگوں کو اللہ کے احکام بتائیں' تاکہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس لاعلمی کا عذر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزات بھی دیئے اور دلائل بھی عطا کئے۔ بنی آدم میں سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام اور سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

انبیاء و رُسل انسان تھے۔ عام انسانوں پر جو حالات آتے ہیں وہ ان پر بھی وارد ہوئے تھے۔ انہیں کھانے پینے کی ضرورت ہوتی تھی' وہ بیمار بھی ہو جاتے تھے اور صحت یاب بھی ہوتے تھے' ان سے بھول بھی ہو جاتی تھی اور اپنی زندگی گزار کر فوت ہو جاتے تھے۔ اس کے باوجود کائنات کے کامل ترین اور افضل ترین افراد تھے۔ کوئی شخص اُس وقت تک صحیح مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سب پر اجمالاً اور تفصیلاً ایمان نہ رکھے۔ اس عقیدے کے نقلی اور عقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

نقلی دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسولوں اور ان کی بعثت کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے :

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل : ۳۶)

"اور یقیناً ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے دُور رہو۔"

اور فرمایا :

﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ○ ﴾ (الحج : ۷۵)

"اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

نیز ارشاد فرمایا :

﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○ وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ ﴾

(النّساء : ۱۶۳-۱۶۵)

"ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی' اور ہم نے ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' ان کی اولاد' عیسیٰ' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف وحی کی۔ اور ہم نے داوٗد کو زبور دی۔ کچھ رسولوں کے واقعات ہم نے آپ کو بتائے ہیں اور کچھ رسولوں کے واقعات نہیں بتائے' اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا۔ (ہم نے) رسول (بھیجے) جو خوشخبری دینے والے اور خبردار کرنے والے تھے' تاکہ رسولوں (کی بعثت) کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔"

اس کے علاوہ ارشاد فرمایا :

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ ﴾ (الحدید : ۲۵)

"ہم نے اپنے رسول واضح دلائل کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا' تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

نیز ارشاد ہوا :

﴿ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾
(الانبیاء : ۸۳)

"اور ایوب نے جب اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے' اور تو سب رحم کرنے والوں سے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"

اور فرمایا :

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ ﴾ (الفرقان : ۲۰)

"ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔"

اس کے علاوہ ارشاد ہے :

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ ... ﴾ (بنی اسرائیل : ۱۰۱)

"اور ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں' تو بنی اسرائیل سے سوال کیجئے جب وہ ان کے پاس آئے تھے..."

ایک مقام پر فرمایا :

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ﴾ (الاحزاب : ۷'۸)

"اور (یاد کیجیے) جب ہم نے نبیوں سے وعدہ لیا اور آپ سے بھی اور نوح' ابراہیم'

((مَا کَانَ لِعَبْدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اِنِّیْ خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُسَ بِنِ مَتّٰی)) (۶)

"کسی بندے کے لیے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔"

اور حضور علیہ السلام نے شب معراج کے موقع پر بھی انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا جن سے حضور ﷺ کی ملاقات بیت المقدس میں ہوئی تھی' اور آپؐ نے انہیں امام بن کر نماز پڑھائی۔ اور حضور ﷺ کی ملاقات مختلف آسمانوں میں حضرت یحییٰ' عیسیٰ' یوسف' ادریس' ہارون' موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ہوئی اور حضور ﷺ نے ان انبیائے کرام کے حالات بیان فرمائے۔ (۷)

اور ارشاد فرمایا:

((وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ)) (۸)

"اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔"

(۳) اربوں مسلمان اور اہل کتاب ـــــ یہودی اور عیسائی ـــــ اللہ کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں' ان کی رسالت پر پختہ یقین رکھتے ہیں' ان کو کمال سے متصف مانتے ہیں اور انہیں اللہ کے برگزیدہ افراد مانتے ہیں۔

عقلی دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ مخلوق کی طرف رسول بھیجے جو انسانوں کو اپنے رب کی پہچان کرائیں' اور انہیں وہ باتیں بتائیں جن سے وہ انسانی کمال تک پہنچ سکیں اور دنیا اور آخرت میں فوز و فلاح سے ہم کنار ہو سکیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۝ ﴾ (الذّٰریٰت:۵۶)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے پیدا نہیں کیا۔"

اس حکمت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو منتخب فرما کر مبعوث کرے' تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اطاعت کے طریقے بتا سکیں اور اپنی تخلیق کا مقصد پورا کر سکیں۔

(۳) نیکی سے نفس انسانی میں طہارت اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور گناہ کے ارتکاب کا نتیجہ دل کی سیاہی اور نفس انسانی کا تنزل ہے۔ ثواب کا دارومدار انہی عقلی

اور نفسیاتی کیفیات پر ہے۔ اس امر کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے جائیں' تاکہ قیامت کو انسان یہ نہ کہہ سکیں کہ اے اللہ! ہمیں تو تیری اطاعت کے طریقے معلوم ہی نہیں تھے تو ہم کس طرح ان پر عمل کر سکتے تھے؟ اور ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ کون سے کام تیری ناراضگی کا باعث ہیں ورنہ ہم ان سے پرہیز کرتے۔ چونکہ اے اللہ آج تو ظلم نہیں فرمائے گا لہٰذا ہمیں سزا نہ دے۔ اس طرح وہ اللہ کے سامنے ایک حجت پیش کر سکتے تھے۔ یہی کیفیت بعثت انبیاء کا باعث ہوئی' تاکہ انسان اس قسم کے عذر پیش نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلاَّ يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ ﴾ (النساء : ١٦٥)

" (اللہ نے) رسول خوشخبری دینے اور تنبیہہ کرنے کے لیے (بھیجے) تاکہ رسولوں (کی بعثت) کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

حواشی

(۱) صحیح البخاری' کتاب التوحید' باب قولہ تعالیٰ: ﴿ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴾ اور صحیح مسلم' کتاب الفتن' باب ذکر الدجال۔

(۲) یہ حدیث صحیحین میں مختلف الفاظ سے وارد ہے۔ مثلاً صحیح البخاری' کتاب الانبیاء' باب قولہ تعالیٰ: ﴿ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ اور صحیح مسلم' کتاب الفضائل' باب من فضائل موسیٰ۔

(۳) صحیح ابنِ حبان۔

(۴) امام احمد اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ حسن ہے۔

(۵) صحیح مسلم' کتاب الفضائل' باب فضائل ابراھیم علیہ السلام۔

(۶) صحیح البخاری' کتاب الانبیاء' باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ صحیح مسلم' کتاب الفضائل' باب ذکر یونس علیہ السلام۔

(۷) صحیح البخاری' کتاب الصلاۃ' باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء۔

(۸) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب الاسراء برسول اللّٰہ ﷺ الی السمٰوٰت۔

”سی ٹی بی ٹی“ کی شرعی حیثیت

از دارالافتاء‘ دارالعلوم حقانیہ‘ اکوڑہ خٹک

امریکہ سی ٹی بی ٹی یعنی ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے جامع معاہدہ کے نام سے پاکستان کو اس معاہد پر دستخط کرا کر پابند بنانا چاہتا ہے جس سے بظاہر پاکستان کو حاصل ایٹمی توانائی کے استعمال یا اس کی مزید ترقی کو روکنا مقصود ہے۔ کیا شرعاً کسی مسلمان ملک کے حکمرانوں کو اپنی جہادی قوت‘ آلات و وسائل اور حربی تکنیک کو کفار کے دباؤ یا کسی لالچ کے نتیجے میں اسے محدود اور معطل یا منجمد و مفلوج کرنے کی اجازت ہے؟ مسئلہ کی از روئے قرآن و سنت شرعی حیثیت واضح کرنے کے لئے ملک اور عالمِ اسلام کے معروف معتمد اور ممتاز دینی ادارہ دار العلوم حقانیہ کے دار الافتاء نے مدلل روشنی ڈالی ہے جو اعیانِ حکومت‘ ممبرانِ پارلیمنٹ‘ سیاست دانوں‘ سائنس دانوں‘ فوجی اداروں ‘علماء‘ دانش وروں‘ صحافیوں اور عام مسلمانوں کے غور و فکر کے لئے پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر سی خدمت کو ملک و ملت کے بہتر مستقبل اور فلاح و بہبود کا ذریعہ بنادے۔

مولانا سمیع الحق
مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۱۰ ستمبر ۱۹۹۸ء

استفتاء

مملکت اسلامیہ پاکستان ‘جو کہ برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی قربانیوں کا ثمرہ ہے‘ اس کی تقسیم کا مقصد ہی یہاں پر ایک آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کا قیام تھا۔ الحمد للہ پاکستان اسلام اور مسلمانوں کی قربانیوں کی وجہ سے معرضِ وجود میں آیا اور اس نے عالمِ اسلام کے ہر دور میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ یہود و ہنود اور مغربی ممالک پاکستان

کے قیام کے روزِ اول ہی سے اس کے وجود کو مٹانے کے درپے ہیں اور مختلف سازشوں سے اس کو آئے دن کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت ۱۹۷۰ء میں مشرقی پاکستان کو پاکستان سے علیحدہ کرنا ہے۔ پھر ۱۹۴۸ء میں، جبکہ پاکستان کے قیام کا ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا، اس پر جنگ مسلط کر دی گئی۔ اس کے بعد ۶۵ء اور ۷۰ء کی جنگیں ہوئیں اور ہمارے خلاف بد ترین جارحیت کی گئی۔ اب جبکہ مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کے مجاہدین ہندوؤں کے خلاف جہاد میں سرگرم عمل ہیں اور پاکستان نے ہر سطح پر خصوصاً بین الاقوامی فورم میں مسئلہ کشمیر کو اُجاگر کیا ہے تو ہندوستان نے تحریک آزادی کشمیر کو ختم کرنے اور پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے گیارہ اور تیرہ مئی ۱۹۹۸ء کو ایٹمی دھماکے کئے۔ یہ دھماکے ہندوستان میں واجپائی حکومت نے کئے جن کا بنیادی منشور ہی اسلام اور پاکستان دشمنی پر مبنی ہے۔ یاد رہے کہ ہندوستان ۱۹۷۴ء سے ایٹمی قوت بن چکا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کو یہ حق مکمل طور پر حاصل تھا کہ وہ بھی اپنے دفاع کے لئے قرآنی نص کے مطابق ہر ممکن صلاحیت، خواہ وہ عسکری ہو یا حربی، ہر لحاظ سے خود کو مضبوط کرنے کی کوشش کرے۔

﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ... الاية ﴾ (الانفال : ۶۰)

اُس وقت حکومت پاکستان نے ایٹمی پروگرام کو یہود و ہنود کے مکروہ عزائم بھانپتے ہوئے شروع کیا تھا۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے اپنے ذرائع و وسائل اور حیثیت سے بڑھ کر ملک و ملت اور سائنس دانوں نے طویل اور صبر آزما ایثار کا مظاہرہ کیا۔ اس پر اربوں روپے خرچ ہوئے اور بمشکل تمام اس کو عالمِ کفر کی خونخوار نظروں سے بچائے رکھا۔ گویا تمام قوم نے خونِ جگر سے اس پروگرام کی آبیاری کی اور اپنے ملک و ملت اور عالم اسلام کو ایک ناقابل تسخیر ایٹمی قوت بنا کر عالمِ کفر اور بھارت کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملایا، جس سے تمام پاکستانی قوم اور پورے عالمِ اسلام کا سر فخر سے بلند ہوا، قوم کو نئی راہ اور نئی سمت مل گئی اور ہم جو اکیسویں صدی میں عالم اسلام اور پاکستان ایٹمی قوت کی حیثیت سے (جو کہ سائنس اور ٹیکنالوجی اور عسکری طاقت کی معراج سمجھی جاتی ہے) داخل ہو رہے ہیں تو موجودہ حکومت، جس نے سی ٹی بی ٹی کے معاہدے پر دستخطوں کا

حتمی فیصلہ کرلیا ہے جو ہماری قومی و فوجی دفاع کی شہ رگ کو کاٹنے کے مترادف ہے۔ حکومت اس معاہدہ کے تحت ہمیں ایک بے غیرت' بے حمیت' بزدل اور سوداگر قوم بنانا چاہتی ہے اور ہمیں معاہدے کے بعد ہندوستان و اسرائیل کے خونخوار بھیڑیوں کے سامنے بے دست و پا پھینکنے کی کوشش کر رہی ہے' خاص کر ایسے حالات میں کہ جب ہندوستان' جس کو ایٹمی پروگرام کو منجمد کرنے کے جامع معاہدے پر دستخط کرنے میں اب تک انکار و تردد ہے' اور اگر اس نے دستخط کر بھی لئے تو اس کی فوجی اور دفاعی ساز و سامان کی صلاحیت' جنگی ٹیکنالوجی اور افرادی قوت ہم سے کئی گنا زیادہ ہے' جس کا مقابلہ ہماری ایٹمی قوت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نیز یہود و نصاریٰ اور عالمی کفر و استعمار کے پانچ بدمعاشوں اور دہشت گردوں نے بھی ابھی تک اس معاہدے کی توثیق نہیں کی ہے' اور نہ اُن کا کوئی ارادہ ہے۔ اس معاہدے کے بعد عالمِ اسلام کا ناقابل تصور نقصان ہو گا۔ چند نقصانات درج ذیل ہیں :

معاہدہ کے چند بڑے نقصانات و مضرات

(۱) کشمیر کی تحریک آزادی پر ہر لحاظ سے براہِ راست بُرا اثر پڑے گا۔

(۲) ہندوستان اور عالمِ کفر کے ایٹمی پروگرام روز بروز جاری و ساری اور ترقی کی منازل کرتے رہیں گے اور اس کے برعکس ہمارا ایٹمی پروگرام اس معاہدہ کی پابندی کی وجہ سے منجمد ہو کر رہ جائے گا۔

(۳) بھارت کے مقابلے میں ہماری پوزیشن عسکری' حربی اور سیاسی لحاظ سے کمزور تر ہو جائے گی۔

(۴) معاہدہ کے بعد عالمِ کفر کی طرف سے ہم سے نت نئے مطالبات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا' جس کا مشاہدہ ہم عراق' لیبیا وغیرہ ملکوں میں کر رہے ہیں۔

(۵) ایٹمی دھماکہ کرنے کے بعد عالمِ اسلام خصوصاً عالمِ عرب کو ایک ولولۂ تازہ عطا ہوا تھا اور اسرائیل اور دوسری استعماری کفری طاقتیں مرعوب ہو گئی تھیں' معاہدے کے بعد ہماری حیثیت محض ایک سوداگر قوم کی سی رہ جائے گی۔

(۶) اگر مستقبل میں عالمِ اسلام اور عالمِ کفر کے درمیان کوئی بڑی جنگ شروع ہوئی (جس

کی ابتداء امریکہ ' عراق ' لیبیا ' سوڈان اور افغانستان سے کر چکا ہے) تو اس میں پاکستان اس معاہدے کے بعد کوئی اہم کردار ادا نہیں کر سکے گا' بلکہ پاکستان امریکہ کی ایک کالونی کی حیثیت اختیار کرے گا۔

(۷) اس کے نتیجے میں عالمِ اسلام اور دوسرے مقامات میں جہادی قوتوں کو شدید دھچکا لگے گا اور مجاہدین کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

(۸) پاکستان عالمِ اسلام کو کبھی بھی ایٹمی ٹیکنالوجی منتقل نہیں کر سکے گا۔

اس خطرناک صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے علماء و مفتیان دین متین کیا فرماتے ہیں کہ :

(ا) ملک و ملت کے ان عظیم نقصانات (کے ہوتے ہوئے) جو کہ معاہدے پر دستخط ہونے کے بعد یقینی اور حتمی ہیں' کیا موجودہ حکومت کو اس بات کا حق اور اختیار پہنچتا ہے کہ وہ ایک ارب مسلمانوں کے فیصلے کے برعکس اس ذلت و رسوائی کے محضرنامے اور اپنی موت و قتل کے پروانے پر دستخط کردے (اور اس کے نتیجے میں ہمیں جو موہوم امداد' بلکہ خیرات اور بھیک ملے گی کیا وہ ماضی کی طرح حکمرانوں کے بینکوں میں نہیں جائے گی)؟ ان نقصانات اور خطرناک حقائق کی موجودگی میں اس معاہدے پر دستخط کے لئے مہم چلانا یا اس کی حمایت کرنا اور اس پر دستخط کرنا' دین و شریعت کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے اور یہ معاہدہ شرعی اعتبار سے جائز ہے یا ناجائز؟

(ب) اور وہ لوگ جو اس پر دستخط کرتے ہیں' یا اس کی حمایت کرتے ہیں' یا اس پر دستخط کیلئے مہم چلاتے ہیں' خواہ وہ حزبِ اقتدار سے ہوں یا حزبِ اختلاف سے' سیاست دان ہوں یا بیوروکریٹس اور حکومتی مشنری' ان کا کیا حکم ہے؟

(ج) اور آیا یہ لوگ ملک و ملت اور اپنے حلف سے انحراف کے ارتکاب کرنے والوں کے زمرے میں آتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی

ایک ہمدرد و مخلص پاکستانی

محمد عمر' نارتھ ناظم آباد (کراچی)

الجواب وباللہ التوفیق

اِعدادِ آلاتِ حرب قرآن کریم کی روشنی میں

اِعداد (تیاری) آلاتِ جہاد کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے :

﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَاتُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتُظْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الانفال : ٦٠)

"اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر، اور دوسروں پر ان کے سوا، جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے، اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کے راستے میں وہ تمہیں پورا ملے گا۔ اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا"۔ (ترجمہ از معارف القرآن)

اس کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں :

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْتِعْدَادَ لِلْجِهَادِ بِالنَّبلِ وَالسِّلَاحِ وَتَعْلِيْمَ الْفُرُوْسِيَّةِ فَرِيْضَةٌ (١)

"یہ آیت کریمہ جہاد کے لئے تیاری، اسلحہ، تیروں اور شہسواری کی تعلیم کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔"

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے ضمن میں فوائد عثمانی میں تحریر فرماتے ہیں :

"مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامانِ جہاد فراہم کریں۔ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارکہ میں گھوڑے کی سواری، شمشیرزنی اور تیراندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامانِ جہاد تھا۔ آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز، کشتیاں، آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنونِ حربیہ کا سیکھنا، بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامانِ جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلاتِ حرب و ضرب تیار ہوں وہ سب آیت کے منشاء میں داخل ہیں"۔ (٢)

لہٰذا اس آیت کے عموم میں موجودہ وقت میں جو آلاتِ حرب و ضرب اور سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت جو بم اور میزائیل وغیرہ تیار کئے گئے ہیں، مثلاً کروز میزائل، سکڈ میزائل، نیپام بم، ہائیڈروجن بم اور ایٹم بم جیسے مہلک ہتھیار، یہ تمام "مَا اسْتَطَعْتُمْ" کے عموم میں آتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی اپنی تفسیر معارف القرآن ج ۳، ص ۲۵۵ پر لکھتے ہیں:

"لہٰذا اس آیت کی رو سے مسلمان حکومتوں پر جدید اسلحہ کی تیاری اور ان کے کارخانوں کا قائم کرنا فرض ہوگا، اس لئے کہ اس آیت میں قیامت تک کے لئے ہر مکان و زماں کے مناسب قوت و طاقت کی فراہمی کا حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح کافروں نے تباہ کن ہتھیار تیار کئے ہیں ہم پر بھی اسی قسم کے تباہ کن ہتھیاروں کا تیار کرنا فرض ہوگا، تاکہ کفر اور شرک کا مقابلہ کر سکیں۔"

اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات اور فقہاء کے اقوال

اسی طرح احادیث کریمہ میں حضور ﷺ نے اعدادِ آلاتِ حرب کی تاکید اور ترغیب فرمائی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ ((وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ)) (۳)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس حال میں کہ آپ منبر پر تھے، فرمایا: "اور تیار کرو کافروں کے ساتھ جنگ کے واسطے وہ چیزیں جو تم قوت سے کر سکو۔ خبردار! بےشک قوت تیراندازی ہے، خبردار! بے شک قوت تیراندازی ہے، خبردار! بے شک قوت تیراندازی ہے۔"

جس کی تفسیر میں علامہ ابوبکر الجصاص الرازیؒ فرماتے ہیں:

ومعنى قوله الا ان القوة الرمي انه من معظم ما يجب اعداده للقوة على قتال العدو ولم ينف به ان يكون غيره من القوة بل عموم اللفظ شامل لجميع ما يستعان به على العدو من سائر انواع السلاح وآلات الحرب (۴)

دوسری روایت ہے :

عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ((إِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرِ الْجَنَّةَ' صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صِنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ بِهٖ وَمُنْبِلَه)) (۵)

"عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے: اس کا بنانے والا' جس کے بنانے سے اس کی نیت خیر کی ہو' اور اس کا پھینکنے والا اور تیسرا تیر دینے والا تیرانداز کے ہاتھ میں۔"

اس حدیث کے متعلق شارح ابوداوٗد مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں :

ولم يكون في زمن رسول الله ﷺ الا رمي السهام فيدخل بل يعوض عنه فيه ما يرمى به من الرصاص بالبندوقية والمدافع وغير ذلک من آلات الحرب الجديدة في هذا الزمان فانها اغنت عن رمي السهام بالقوس وعطلته (۶)

فقہاء کرام میں فقہ حنفی کی مشہور و معروف شخصیت حافظ ابن نجیم فرماتے ہیں :

يندب للمجاهد في دار الحرب توفير الاظفار وان كان قصها من الفطرة لانه اذا سقط السلاح من يده ودنا منه العدو ربما يتمكن من دفعه بالاظافير وهونظير قص الشوارب فانه سنة ثم الغازى في دار الحرب مندوب الى توفيرها وتطويلها ليكون لهيب في عين من يبارز۔ فالحاصل ان ما يعين المرء على الجهاد فهو مندوب الى اكتسابه لما فيه من اعزاز المسلمين و قهر المشركين (۷)

"دارالحرب میں مجاہد کے لئے ناخن بڑھانا' اس کے باوجود کہ ناخنوں کا کٹوانا فطری امر ہے' مندوب اور مستحب ہے' کیونکہ دورانِ جنگ و جہاد اس کے پاس اسلحہ نہ ہو اور دشمن اس کے بالکل قریب ہو تو ناخن کے ذریعہ بھی وہ اپنے دشمن کو دفع کر سکتا

ہے۔اور اس کی نظیر مونچھوں کو ترشوانا ہے' کیونکہ یہ سنت ہے' پھر غازی کے لئے
دارالحرب میں مونچھوں کا بڑھانا مستحب ہے تاکہ اس سے اس کے مقابل دشمن پر
رعب اور دھاک بیٹھ جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ چیز جو کہ مجاہد و غازی کے لئے
جہاد میں مدد معاون ثابت ہو تو وہ مندوب اور مستحب ہے' اس لئے کہ اس میں
مسلمانوں کا وقار اور مشرکین کی تذلیل و توہین ہے"۔

ان تصریحات کی موجودگی میں یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مسلمانوں کے لئے ہر قسم کا اسلحہ اور جنگی ساز و سامان دشمن کے مقابلے کے لئے تیار رکھنا فرض اور ضروری ہے' تاکہ جہاد کے وقت ان کی توجہ اسلحہ کی تیاری پر نہ ہو۔

آلاتِ حرب یا عسکری قوت کو ضائع کرنے یا ان کو منجمد کرنے پر وعیدیں

جس مسلمان ملک کے پاس یہ آلاتِ حرب (اور وہ بھی جدید ترین شکل میں) ہوں' ان آلات کو ضائع کرنے یا اس کو استعمال میں نہ لانے کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ((مَنْ عَلِمَ الرَّمْیَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ قَدْ عَصٰی)) (۸)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپؐ فرماتے ہیں : "جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں' یا وہ گناہ گار ہوا۔"

مندرجہ بالا حدیث کے ذیل میں شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"هذا تشديد عظيم فی نسيان الرمی بعد علمه و مكروه كراهة شديدة من تركه بلاعذر"

اور اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

"جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں۔ گویا اس نے اس میں کوئی نقص دیکھا' اور اس کے ساتھ استہزاء کیا اور یہ صورتیں کفرانِ نعمت کے زمرے میں آتی ہیں۔ شراح حدیث نے اس نعمت کو نعمت خطیرہ سے تعبیر کیا ہے"۔ (۹)

اور یہی حدیث ایک اور روایت میں یوں بیان کی گئی ہے :

((مَنْ تَعَلَّمَ الرَّمْیَ ثُمَّ نَسِیَهُ فَهِیَ نِعْمَةٌ جَحَدَهَا))[10]

مختصراً ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح اعدادِ آلاتِ حرب مسلمانوں کے لئے ضروری اور لازمی ہے اسی طرح فن عسکری کو سیکھ کر اس کو ترک کرنا یا اسے بھول جانا انتہائی لائق ملامت امر ہے' جس کی طرف امام نووی رحمہ اللہ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بصراحت تنبیہ کی ہے۔ موجودہ حالات اور زمانے کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایک مسلمان ملک کے پاس جو قوت اور طاقت ہو' جس سے دشمنانِ اسلام مرعوب ہوتے ہوں' اس طاقت اور قوت کو ختم کرنا' یا اس کو استعمال میں نہ لانا یا اس کو منجمد کرنا اسی وعید کے ضمن میں آتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے حرمة اکل لحم فرس (یعنی گھوڑے کے گوشت کی حرمت) کی ایک علت یہ بھی لکھی ہے کہ :

ویکرہ لحم الفرس عند ابی حنیفة .... ولانه آلة ارهاب العدو فیکرہ اکله احترامًا له ولهذا یضرب له بسهم فی الغنیمة ولانه فی اباحته تقلیل آلة الجهاد[11]

"امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ (اس کی ایک علت یہ ہے) کیونکہ دشمن کے ڈرانے دھمکانے اور مرعوب کرنے کا آلہ ہے' اس لئے اس کے احترام کی وجہ سے اس کا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے۔ اور اسی احترام و عظمت کی بنا پر مالِ غنیمت میں گھوڑے کا مستقل حصہ ہے (اور دوسری علت یہ ہے) کہ اس کی اباحت کی صورت میں آلہ جہاد کی تقلیل ہوتی ہے۔"

کفار اور غیر مسلموں کے دباؤ میں آکر ایٹمی صلاحیت اور عسکری قوت کو منجمد یا اس میں تخفیف کرنے کے متعلق کسی بین الاقوامی معاہدے پر دستخط کرنے کے بارے میں ان نصوصِ قطعیہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴾ (الفرقان : ۵۲)

"سو تو کہنا مت مان منکروں کا اور مقابلہ کر اُن کا اس (قرآن) کے ساتھ بڑے زور کا۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

﴿ وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ... ﴾ (هود : ۱۱۳)

''اور مت جھکو ان کی طرف' پھر تم کو لگے گی آگ۔''

ایک اور فرمانِ ربّانی ہے کہ :

﴿ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ﴾ (النساء : ۱۰۲)

''کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے' تاکہ تم پر حملہ کریں یک بارگی۔''

ان نصوص میں تدبر سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ نے پورے شدومد کے ساتھ مسلمانوں کو ہر وقت کفار کے مقابلے میں تیار رہنے کا حکم دیا ہے اور کفار کی طرف معمولی میلان کو بھی موجب دخولِ نار ٹھہرایا ہے۔ اب اگر ہمارے حکمران یہود و ہنود اور نصاریٰ کے دباؤ میں آکر اس رسوائے زمانہ معاہدہ پر دستخط کرتے ہیں تو لازمی طور پر ان نصوص قطعیہ اور ارشاداتِ ربّانیہ کی خلاف ورزی ہو گی۔

وہ معاہدہ جو مسلمانوں کے مفادات کے منافی ہو اس کی پابندی ضروری نہیں

اگر تخفیف اسلحہ کے متعلق کوئی بین الاقوامی معاہدہ موجود ہو اور اس کا کنٹرول بھی کفار کے ہاتھ میں ہو تو آیا اس صورت میں مسلمان اس معاہدہ کے پابند ہیں؟ سو اس بارے میں سب سے پہلے جب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل آیات سامنے آتی ہیں :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ○ ﴾ (النساء : ۱۴۴)

''اے ایمان والو! نہ بناؤ کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ کیا لیا چاہتے ہو اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح۔''

﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ○ ﴾ (الانفال : ۵۸)

''اور اگر تم کو ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے اُن کا عہد اُن کی طرف اسی

طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر۔ بے شک اللہ کو خوش نہیں آتے دغاباز۔"
یعنی اگر آپ کو کسی قوم کے معاہدے سے خیانت اور عہد شکنی کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو ان کا عہد ان کی طرف اسی صورت میں واپس کر دیں کہ آپ اور وہ برابر ہو جائیں' کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ (۱۲)

یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ' بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ○ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ○ ﴾

(المائدۃ : ۵۱'۵۲)

"اے ایمان والو! مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست۔ وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے۔ اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں سے ہے۔ اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو۔ اب تو دیکھے گا ان کو جن کے دل میں بیماری ہے' دوڑ کر ملتے ہیں ان میں' کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آ جائے ہم پر گردش زمانہ کی۔ سو قریب ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرما دے فتح یا کوئی امر اپنے پاس سے تو لگیں اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے۔" (تفسیر عثمانی)۔

ابو بکر جصاص رازیؒ اس آیت کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ :

"ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی دوستی اور ان کے ازلال سے منع فرمایا اور ان کی اہانت اور ازلال کا حکم فرمایا' اور ان سے مسلمانوں کے (اجتماعی) کاموں میں امداد لینے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ اس میں ان کی عزت اور برتری ہے"۔ (۱۳)

ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ سی ٹی بی ٹی یا این پی ٹی پر دستخط کرنے اور اس کے لئے راہ ہموار کرنے اور اس سلسلے میں تعاون کرنے کی صورت میں جو لوگ کفار' یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی کا جو مظاہرہ کرتے ہیں ان کا حشر کفار' یہود اور نصاریٰ کے ساتھ ہی ہو گا۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ معاہدہ پر دستخط کی صورت میں عقل

(اجتماعی) کاموں اور ملازمتوں میں کفار اہل ذمہ سے امداد لینا جائز نہیں۔ اسی طرح دوسری آیت :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ... ﴾ (المائدۃ : ٥١)

اسی طرح اس آیت کے ذیل میں بھی علامہ حصاصؒ فرماتے ہیں :

"ان آیات میں حق تعالیٰ نے کفار کی دوستی اور ان کے اعزاز سے منع فرمایا ہے' اور ان کی اہانت و اذلال کا حکم دیا ہے اور ان سے مسلمانوں کے (اجتماعی) کاموں میں امداد لینے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ اس میں ان کی عزت اور برتری ہے"۔ (١٥)

ارشاد ربانی ہے :

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ (النساء : ١٣٩)

"جو لوگ مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں کیا وہ ان کے ذریعے قوت وعزت چاہتے ہیں۔ (وہ یاد رکھیں کہ) قوت و عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کیلئے ہے۔ (یعنی قوت وعزت اللہ کے قوانین پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے)۔"

تو مندرجہ بالا تصریحات اور نصوص کی رو سے کفار سے امداد طلب کرنا اور ان کے ساتھ دوستی نبھانا اس خاطر سے کہ اس میں ہماری عزت ہے' بالکل صحیح نہیں۔ اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ مسلمان ممالک نے جن کافر ملکوں کے ساتھ جتنے بھی معاہدے کئے ہیں انہوں نے ایفائے عہد کا خیال نہیں رکھا۔ پاکستان اور عربوں کے معاہدے ہمارے سامنے ہیں' جس میں ہمیں خسارے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اسی آیت کے ضمن میں علامہ ابو بکر حصاص رازیؒ لکھتے ہیں :

"وهذا يدل على انه غير جائز للمومنين الاستنصار بالكفار على غيرهم من الكفار اذا كانوا متى غلبوا كان حكم الكفر هو الغالب وبذلك قال اصحابنا" (١٦)

فتویٰ کا خلاصہ اور حاصل

مذکورہ بالا دلائل، جو قرآن کریم کی صریح آیات، سنت نبویؐ کی واضح ہدایات، مفسرین، محدثین اور فقہاء اُمت کی تشریحات پر مشتمل ہیں، اور جن پر تمام فقہی مکاتب کا اجماع ہے، سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں :

ا) اعداءِ اسلام کی جارحیت اور اسلامی ممالک کی حفاظت اور دفاع کے لئے ہر قسم کا فوجی سازو سامان، آلاتِ حرب کی تیاری، اس میں روز و شب ترقی اور دشمن کے ارہاب کے لئے اعدادِ آلاتِ جہاد فرض عین ہے۔ یہاں تک کہ اسلام کی اساسی عبادات، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی فرضیت محدود اوقات اور مقدار سے وابستہ ہیں، مگر دشمن کے مقابلہ کی تیاری غیر محدود، غیر مقید، غیر موقت اور تمام ممکنہ استطاعتوں سے وابستہ ہے جسے اللہ نے "وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ" میں بیان فرمایا ہے۔

ب) دشمنانِ اسلام کے کسی دباؤ اور ترغیب و ترہیب میں آکر ایسا کوئی اقدام یا معاہدہ ہرگز جائز نہیں، جس سے فوجی اور حربی تیاریوں میں تعطل پیدا ہو، یا اس میں کمی آ سکتی ہو، یا تیار شدہ حربی ساز و سامان کے استعمال کو منجمد کیا جا سکتا ہو، یا حربی ٹریننگ، مشق اور تربیت کو نقصان پہنچ سکتا ہو یا اس میں کمی آسکتی ہو یا ان سارے امور پر کسی قسم کی قدغن لگ سکتی ہو۔

ج) سی ٹی بی ٹی اور این پی ٹی کی شکل میں زیر بحث معاہدہ میں یہ سارے خطرات، خدشات اور گوناگوں پابندیاں موجود ہیں، اس لحاظ سے اس پر کسی بھی مسلمان ملک بشمول پاکستان کے دستخط یا اس کی تحریری اور زبانی کسی قسم کی تائید اور اتفاق کی ازروئے قرآن و سنت و اجماعِ اُمت ہرگز اجازت نہیں۔ اگر کوئی بھی رکن حکومت، مثلاً اس کا سربراہ وزیر اعظم یا ممبر پارلیمنٹ یا عام شہری اس کی موافقت اور تائید کرتا ہے تو وہ قرآن و سنت اور اللہ و رسولؐ کے واضح احکام کی صریح مخالفت اور ان احکام سے کھلی بغاوت کا مرتکب ہے۔ ایسے لوگوں کو اپنے دین،

عقیدہ اور ایمان کی خیر منانی چاہئے۔ جان بوجھ کر ایسا کرنے والے ملک و ملت کے غدار ہیں کہ اس طرح وہ ملک کی آزادی' سالمیت اور خود مختاری سلب کرانے جیسے قبیح جرم کے مرتکب ہوں گے۔ از روئے شرع ایسی صورت میں پوری قوم کو دینی' ملی اور قومی جرم کے مرتکب حکمرانوں کے خلاف ہر قسم کی جدوجہد نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (پاکستان)

اسماء گرامی مفتیان کرام ومشائخ عظام:-

رئیس دارالافتاء حضرت مولانا مفتی سیف اللہ صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
دارالافتاء
نوشہرہ پاکستان

حواشی

۱) تفسیر کبیر' ج۱۵' ص۱۸۵
۲) تفسیر عثمانی' ص۲۴۴
۳) مسلم' ج۲' ص۱۴۳
۴) احکام القرآن ج۲' ص۸۵
۵) رواہ ابوداؤد' بذل المجھود' ج۱۱' ص۴۲۸
۶) بذل المجھود ج۱۱' ص۴۲۸
۷) البحر الرائق' ج۵' ص۷۶
۸) مسلم' ج۲' ص۱۴۳
۹) مرقاۃ' ج۷' ص۳۱۴
۱۰) مجموعہ الفتاویٰ' لابن تیمیہ ج۲۸' ص۹
۱۱) ہدایہ علیٰ صدر فتح القدیر' ج۸' ص۲۰-۴۲۱
۱۲) معارف القرآن' ج۴' ص۲۶۹
۱۳) احکام القرآن' ج۳' ص۱۲۳
۱۴) احکام القرآن' ج۲' ص۴۴
۱۵) احکام القرآن' ج۳' ص۱۲۳
۱۶) احکام القرآن' للجصاص ج۲' ص۳۵۲

گوشہ خواتین

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

تحریر : فرزانہ رشید

عائشہ نام، صدّیقہ لقب، اُمّ المؤمنین خطاب، اُمِ عبداللہ کنیت اور حمیرا لقب ہے۔ نبوت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان برگزیدہ لوگوں میں ہیں جنہوں نے کفرو شرکت کی کبھی آواز نہیں سنی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بچپن کے ہر انداز سے سعادت اور بلندی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بچپن کی ہر بات اچھی طرح یاد تھی۔ ہجرت کے وقت نہایت کم سن تھیں، لیکن قوّتِ حافظہ کا یہ حال تھا کہ ہجرتِ نبوی ؐ کے تمام واقعات ان کو یاد تھے۔ ان سے بڑھ کر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے واقعات کا تمام بیان مسلسل محفوظ نہیں رکھا۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز آپؐ کے سامنے پیش کر رہا ہے، آپؐ نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

چھ برس کی عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ ہجرت کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کی درخواست کی، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہر کے لئے ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ مہر کی رقم حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کو بطورِ قرض دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۵۰۰ درہم تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے عرب کی بہت سی لغو رسومات کا خاتمہ ہوا۔ عرب مُنہ بولے بھائی کی بیٹی سے شادی نہیں کرتے تھے، جب کہ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا تم میرے دینی بھائی ہو۔ دوسری رسم شوال کو منحوس خیال کرکے اس مہینے میں شادی نہ کرنا تھا۔ جب کہ حضرت عائشہؓ کی شادی و رخصتی شوال میں ہوئی۔ تیسری رسم کے طور پر عرب میں دلہن کے آگے آگے آگ جلائی جاتی تھی، اس کو بھی ختم کیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت کا اصل دور رخصتی کے بعد شروع ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے علم الانساب اور شاعری کا ذوق حضرت ابو بکرؓ سے لیا، علم طب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے طبیبوں کے وفود سے سیکھا اور علوم دینیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت عائشہؓ کی عادت تھی کہ ہر مسئلے کو بے تامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتیں اور جب تک تسلی نہ ہو جاتی سوالات جاری رکھتیں۔

جہاد اسلام کا ایک اہم فرض ہے۔ حضرت عائشہؓ کا خیال تھا کہ جس طرح دیگر فرائض میں مَرد و زن کی تمیز نہیں اسی طرح یہ فرض بھی مَردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں پر عائد ہو گا۔ حضرت عائشہؓ کے سوال پر آپؐ نے ارشاد فرمایا "عورتوں کے لئے حج ہی جہاد ہے"۔

سورۃ المومنون کی آیت ﴿ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴾ "اور جن کا حال یہ ہے کہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں، اور ان کے دل اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے"۔ (آیت ۶۰) کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شک تھا کہ اس آیت میں خدا سے ڈرنے والوں سے مُراد کیا شرابی، چور یا بدکار ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "نہیں عائشہ! اس سے مُراد وہ نمازی اور روزہ دار ہے جو خدا سے ڈرتا ہے۔"

ایک دفعہ نمازِ تہجد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے بغیر سونا چاہا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ وتر پڑھے بغیر سوتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں، لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ بظاہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سوال گستاخی معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر وہ جرأت نہ کرتیں تو آج اُمّتِ محمدیہ نبوت کی حقیقت سے ناآشنا رہتی۔ وہ احکامِ دینیہ نہایت شوق سے سیکھتی اور ان پر عمل کرتی تھیں۔

علم و اجتہاد حضرت عائشہؓ کی سیرت کا وہ باب ہے جس میں وہ نہ صرف عورتوں بلکہ مَردوں میں بھی ممتاز نظر آتی ہیں۔ کتاب و سنت اور فقہ و احکام کے علم کے اعتبار سے ان کا نام بلند مرتبہ صحابیوں (حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم) کے ساتھ بلا تامل لیا جا سکتا ہے۔

اعمالِ حج کے سلسلے میں ایک رکن "سعی" یعنی صفا و مَروہ کے درمیان دوڑنا بھی

ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق الفاظ ہیں :

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ ﴾ (البقرة : ۱۵۸)

"صفا اور مروہ کی پہاڑیاں شعائرِ الٰہی میں سے ہیں' پس جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر ان کا طواف کرے۔"

عروہ نے کہا: خالہ جان! اس کے معنی تو یہ ہیں کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔ فرمایا : بھانجے تم نے ٹھیک نہیں کہا۔ اصل میں یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی۔ اوس و خزرج اسلام سے پہلے منات کی پکار کرتے تھے۔ منات بھی وہیں نصب تھا' اس لئے وہ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا: پہلے ہم ایسا کرتے تھے' اب کیا حکم ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صفا اور مروہ کا طواف کرو' اس میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ نبی پاک ﷺ نے بھی اس کا طواف فرمایا۔ اس طرح چند فقروں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصولِ تفسیر کی بہت بڑی گرہ کھول دی۔ جس آیت کریمہ میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے اس کے الفاظ ہیں :

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً . . . ﴾

(النساء : ۳)

"اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان میں سے دو دو' تین تین' چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ (بیویوں کے مابین) عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو....."

ایک شاگرد نے پوچھا کہ یتیموں کے ساتھ عدل و انصاف اور نکاح میں باہم کیا مناسبت ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں کے ولی بن جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان سے نکاح کر کے ان کی جائداد پر قبضہ کر لیں۔ وہ ان کو مجبور پا کر دباتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف سے کام نہ لے تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو' تین یا چار تک نکاح

کرلو، مگر ان یتیم لڑکیوں کو نکاح میں لے کر اپنے بس میں نہ لے آؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حدیثِ نبویؐ کی روایت کا شرف بھی حاصل ہے، اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں رہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں۔ احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک آدمی کو خیبر بھیجتے تھے، وہ جاکر پیداوار کو دیکھتا اور تخمینہ لگاتا تھا۔ دوسرے راوی اس واقعہ کو اسی قدر بیان کرتے ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس روایت کو بیان کیا تو فرمایا :

وانما کان امر النبی ﷺ بالخرص لکی یحصی الزکوة قبل ان توکل الثمرة تفرق

"آپؐ نے تخمینہ لگانے کا حکم اس لئے دیا کہ پھل کھانے اور اس کی تقسیم سے پہلے زکوٰۃ کا اندازہ کرلیا جائے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں غلطی کی کمی کا یہ سبب ہے کہ آپؓ جب تک واقعہ کو اچھی طرح سمجھ نہیں لیتی تھیں روایت نہیں کرتی تھیں۔ اگر کوئی بات سمجھ نہ آتی تو بار بار پوچھ لیتی تھیں۔

جنس نسوانی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے بتایا کہ مسلمان عورت پردہ میں رہ کر بھی علمی، مذہبی، سیاسی اور امت کی بھلائی کے کام سرانجام دے سکتی ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ صحابی کی بیوی حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں، وہ ہر قسم کی زیب و زینت سے عاری تھیں۔ دریافت کرنے پر بولیں شوہر دن بھر روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا، آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا : عثمانؓ! ہم کو رہبانیت کا حکم نہیں ہوا۔

بعض لوگوں نے روایت کی کہ اگر عورت، کتّا اور گدھا نمازی کے آگے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا : "تم نے کیسا برا کیا، ہم کو گدھے اور کتے کے برابر کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے اور میں آگے لیٹی رہتی، آپؐ سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں دبادیتے اور میں پاؤں سمیٹ لیتی"۔

وراثت کے اصولوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کا حق فراموش نہیں کیا۔ ایک صورت ہے کہ اگر لڑکا وارث نہ ہو، صرف پوتے، پوتیاں اور بیٹیاں ہوں تو تقسیم

کیونکر ہو گی؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسی صورت میں پوتیوں کا حصہ نہیں گنتے، مگر حضرت عائشہؓ پوتیوں کا حصہ بھی لگاتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عائشہؓ سے محبت آپؐ کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے تھی، مگر حقیقت یہ نہیں، کیونکہ دیگر ازواج میں کئی بیبیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت زیادہ حسین تھیں، مگر آپؓ فہمِ مسائل، اجتہادِ فکر اور حفظِ احکام کی وجہ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں محبوب تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: "عائشہؓ کو عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو عام کھانوں پر"۔

ایک مرتبہ سفر میں حضرت عائشہؓ کا اونٹ بدک گیا، اور وہ آپؓ کو ایک طرف لے کر بھاگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اختیار فرمایا "ہائے میری دلہن"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ان کے حجرے میں تین چاند گرے ہیں۔ آپؓ نے اس کا ذکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عائشہ! ان تین چاندوں میں سے یہ ایک چاند تھا جو یقیناً سب سے بہتر تھا۔ وقت نے ثابت کیا کہ بعد کے دو چاند حضرت ابوبکرو حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے، جو وہاں مدفون ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رمضان ۵۸ھ میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق ان کو جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔ راوی بتاتے ہیں کہ ان کے جنازے میں اس قدر ہجوم تھا کہ عید کے میلے کا سا سماں تھا۔

(مضمون کی تیاری میں سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا از سید سلیمان ندویؒ سے مدد لی گئی ہے)

بقیہ : تاریخ اُندلس اور مسلمان

تاریخ کا مطالعہ نظر بینا اور زندہ و بیدار دل سے کرنا چاہئے۔ وجہ یہ ہے کہ نظر بینا ہو تو مجاز و حقیقت اور حق و باطل میں امتیاز کر سکتی ہے۔ اسی طرح دل زندہ و بیدار ہو تو وہ واقعات و حوادث سے سبق سیکھتا ہے اور عبرت حاصل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں دو اصول اور بھی یاد رکھنے چاہئیں۔ ایک یہ کہ جو قوم زمانہ سے سبق نہیں سیکھتی اور عبرت حاصل نہیں کرتی، زمانہ اس سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ دوسرا، جو قوم زمانے کی راکب نہیں بنتی، زمانہ اس کا راکب بن جاتا ہے۔ (انتخاب : محمد زمان)

✸ یہود اب تک عذابِ استیصال کا نشانہ کیوں نہیں بنے؟
✸ اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا تصور کیا ہے؟
✸ انسان کی کامیابی میں محنت اور مقدر کا کیا دخل ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد
حاضرین کے سوالات اور امیر تنظیم اسلامی کے جوابات

☆

❶ سابقہ امت مسلمہ یہود جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار اور اپنے بس پڑتے ان کے قتل کے جرم کی وجہ سے عذابِ استیصال کے مستحق ہو گئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے کس حکمت عملی کے تحت اب تک زندہ رکھا ہوا ہے؟

ج: یہ بہت اہم سوال ہے اور میری کتاب "سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل" میں اس کا مفصل جواب موجود ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے خود واقف ہے' ہم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ لیکن میرا اذعان یہ ہے کہ اس موجودہ امت مسلمہ کے اعلیٰ ترین طبقے کو بدترین سزا اللہ تعالیٰ نے دینی ہے' کیونکہ یہ بھی انہی غلط راستوں پر چل نکلے ہیں جن پر یہودی چلے تھے۔ جیسا کہ میں نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی حدیث بھی ہے کہ

((لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ))

"میری امت پر بھی وہ تمام حالات وارد ہو کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر وارد ہوئے' بالکل اسی طرح جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے"۔

اور

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ))

"تم لازماً اپنوں سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں پر چلو گے"۔

ہم بھی چونکہ انہی جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں تو ہمیں سزا تو ملنی ہے' اور ہم میں جو اعلیٰ ترین حصہ ہے وہ عرب ہے' اور عربوں کی ذلت و توہین یہودیوں کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اصلاحی صاحب کہا کرتے تھے کہ ہمارے علاقے میں جب کوئی راجپوت غلط حرکت کرتا تھا اور اسے جوتے لگائے جاتے تھے تو کسی چمار کو بلاتے تھے کہ وہ جوتے مارے۔ اب راجپوت کا سر ہے اور جوتا چمار مار رہا ہے۔ گویا کہ an insult to injury کا معاملہ ہے کہ جوتا لگ رہا ہے وہ بھی چمار کے ہاتھوں۔ اسی "مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" قوم کے ہاتھوں مسلمان عربوں کو جوتے لگ رہے ہیں۔ اس لئے کہ درحقیقت ہم نے اپنے طرزِ عمل کی بنا پر اپنے آپ کو اس کا مستحق ٹھہرایا ہے اور اس کی آخری شکل Holocaust کے درجے کی آنے والی ہے' جیسے ہی یہ Peace Process یروشلم کے مسئلے پر آکر اٹکے گا' اور اگر کہیں زیادہ بنیاد پرست یہودیوں میں سے کسی بدمعاش نے مسجد اقصیٰ کو شہید کر دیا تو کیا ہوگا! مجھے ابھی ایک انٹرنیٹ ملا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے نیچے تین سرنگیں کھودی جا رہی ہیں اور مسجد کسی بھی وقت بیٹھ سکتی ہے۔ اگر کسی نے اس سرنگ کے اندر جا کر پاور فل بم نصب کر دیا تو وہ اسے اڑا دے گا۔ اس کے بعد وہاں جو قیامت آئے گی اس کا میں اور آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اور یہ اصل میں عربوں کے اوپر اللہ کا عذاب ہو گا۔ عربوں کی زبان میں اللہ کی کتاب اتاری گئی' پھر ان میں سے کسی نے اپنا قبلہ واشنگٹن کو بنا لیا تو کسی نے ماسکو کو' اور کہیں پر بھی انہوں نے شریعت کے قوانین کی تنفیذ نہیں کی۔ یہ صورتحال ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ اس کی سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد ان کا آخری خاتمہ ہو گا اور اسی لئے ان کے رسول (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو بھی اٹھا لیا گیا جو کہ ابھی زندہ ہیں۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے فرعون کی فوجیں غرق کی گئیں' حضرت نوح علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے ان کی قوم غرق کی گئی' ان کا اپنا بیٹا ان کی نگاہوں کے سامنے غرق ہوا' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں ان پر آخری عذابِ استیصال آئے گا جبکہ وہ دوبارہ آئیں گے' ان شاء اللہ۔

❷ اسلام میں تمام انسان برابر ہیں تو اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا تصور کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی غلام رکھنے کی روایت رہی ہے۔

ج: تمام انسان انسان ہونے کے ناطے برابر ہیں' لیکن اب ایک شخص افسر ہے اور ایک اس کے ماتحت ہے تو کیا یہ برابر ہیں؟ یہ انتظامی چیزیں ہیں۔ ایک انسان ہونے کے ناطے وہ جو چپڑاسی ہے اور جو افسر ہے وہ برابر ہیں۔ انسان ہونے کے ناطے مرد اور عورت بالکل برابر ہیں لیکن عورت کو گھر کے اندر اپنے شوہر کا حکم ماننا ہے ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ ﴾ یہ انتظامی معاملہ ہے۔ اسی طرح کا انتظامی معاملہ اُس وقت یہ تھا کہ جہاد میں جو جنگی قیدی آتے تھے ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا بجائے اس کے کہ انہیں Concentration Camps میں رکھا جائے۔ اگر تو ایسے حالات ہوں کہ کفر کی قوت ٹوٹ چکی ہے اور اب کوئی حرج نہ ہو کہ جنگی قیدیوں (P.O.Ws) کو چھوڑ دیا جائے یا ایکسچینج ہو سکیں تو ایسا کیا جا سکتا ہے' لیکن اگر ایسی کوئی شکل نہیں ہے تو پھر انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ لیکن انہیں حکم یہ تھا کہ آپ انہیں انسان سمجھیں' جو خود کھائیں انہیں بھی کھلائیں' جو خود پہنیں انہیں بھی پہنائیں' کوئی مشقت کا کام ان سے لیں تو خود بھی اس میں شریک ہوں۔ انسان ہونے کے ناطے ان کے حقوق اسلام نے معین کئے ہیں۔ تاہم یہ انتظامی معاملہ تھا۔ مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر ان میں سے اکثریت پھر ایمان لے آئی۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ غلاموں ہی کی اولاد تھی جن کی ایک دور میں عالم اسلام میں عظیم حکومتیں قائم ہوئی ہیں۔ خاندان غلاماں کی عظیم مملکت ہندوستان میں اور ممالیک (غلام) کی اسی زمانے میں مصر میں حکومت تھی۔ تو اسلام نے ایک طریقہ بتایا کہ جس سے غلاموں کی Emancipation ہو گئی' تو یہ انتظامی معاملہ ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ انسان انسان میں فرق ہے۔

۳ انسان کی کامیابی میں محنت اور مقدر کو کیا دخل حاصل ہے؟

ج: انسان کی کامیابی میں یہ دونوں عوامل شامل ہیں' محنت اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت (sanction) جیسے میں نے گلاس اٹھایا' اس میں میرا ارادہ تھا' میں نے محنت کی ہے' لیکن اذنِ رب کے بغیر میں یہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ چھوٹے سے چھوٹے عمل سے لے کر بڑے سے بڑے عمل میں یہ دونوں عوامل (Factors) موجود رہیں گے۔ کسی کام کا ارادہ' نیت اور کسب ہم کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی sanction ہوتی ہے تو ہم اسے کر پاتے ہیں۔ لیکن sanction کا مطلب یہ

نہیں ہے کہ وہ کام آپ کے لئے جائز ہو گیا۔ چور اُس وقت تک چوری نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ کا اذن نہ ہو' لیکن چوری کرنا جرم ہے' جس پر اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور سزا دے گا۔ اس لئے کہ اس نے آپ کو اختیار دے رکھا ہے' آپ اگر چوری کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ آپ کو چوری کی اجازت دے گا' لیکن اس پر وہ ناراض ہے ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاْ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ○ ﴾ یعنی اگرچہ ہم نے تمہیں یہ اختیار تو دیا ہے کہ چاہو تو ہمارے شکر گزار بندے بن کر زندگی گزارو اور چاہو تو ہمارے ناشکرے بن کر زندگی گزارو' لیکن یہ جان لو کہ اگر ناشکرے بن کر زندگی گزارو گے تو ہم نے تمہارے لئے زنجیریں' طوق اور آگ بھی تیار کر رکھی ہے۔

KT

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS &
SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS,
FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS
NTN
BEARINGS

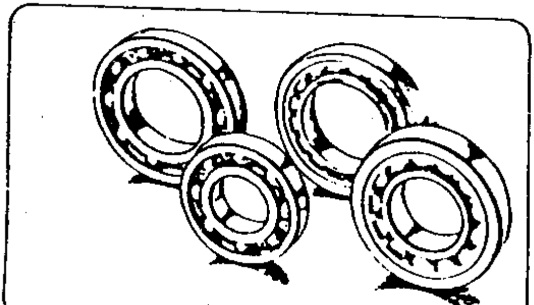

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS Sind Bearing Agency 64 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road Gujranwala-Tel 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

ذرائع ابلاغ کے حوالے سے جنرل پرویز مشرف کی خدمت میں چند ضروری گزارشات

۱۷/۱۰ اکتوبر کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے جو سات نکاتی ایجنڈا دیا ہے اس کا ہر نکتہ اپنی جگہ نہایت اہم ہے 'مگر عریانی و فحاشی' بے حیائی اور دیگر معاشرتی برائیوں میں غرق قوم کی اصلاح اور تعمیر سیرت و کردار کو آپ نے اپنے ایجنڈے کا حصہ نہیں بنایا۔ عریانی و فحاشی ایک ایسی اخلاقی برائی ہے جو صرف جنسی بے راہ روی کے فروغ کا باعث ہی نہیں بنتی بلکہ بے شمار دیگر معاشرتی برائیوں کی بنیاد بھی رکھتی ہے۔ جس طرح زنگ لوہے کو اور دیمک اچھی سے اچھی لکڑی کو کھا جاتی ہے 'عریانی اور فحاشی بھی ایسے ہی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کو تباہ کر دیتی ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں جس طرح رشوت خور اور بدعنوان سرکاری ملازمین نے پاکستان کے اقتصادی و معاشی حالات کو تباہی کے دہانے پر پہنچایا ہے' ایسے ہی ذرائع ابلاغ پر قابض عریانی و فحاشی کے دلدادہ عناصر نے قوم کی اخلاقی اقدار کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

جناب چیف ایگزیکٹو! آپ نے اپنے سات نکاتی ایجنڈے میں اقتصادی کرپشن کو تو بہت اہمیت دی ہے' مگر اخلاقی اقدار کی کرپشن کا برائے نام بھی تذکرہ نہیں کیا۔ آج ہمارے معاشرے میں روزانہ بیسیوں لڑکیوں کو جو اجتماعی ہوس کا نشانہ بنایا جا رہا ہے' وہ ذرائع ابلاغ کی پھیلائی گئی اشتعال انگیز عریانی و فحاشی ہی کا ثمر ہے۔

ہمارے ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا دونوں) میں عریانی و فحاشی اور نمائش حسن کی دوڑ لگی ہوئی ہے' حالانکہ ان ذرائع ابلاغ کو "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے' مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن کی نشریات اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں کے کرتا دھرتا مختلف حیلے بہانوں' لچر مکالموں' فحش اشاروں کنایوں' لچر لباس میں نسوانی جسم کے نشیب و فراز کی نمائش اور لچر ناچ گانوں کے ذریعے دیدہ دلیری کے ساتھ عریانی و فحاشی اور جنسی بے راہ روی

پھیلانے میں مصروف ہیں۔ بد قسمتی سے سنسر بورڈ بھی اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہا کہ شاید اس میں بھی عریانی و فحاشی کے دلدادہ افراد ہی شامل ہیں' جو نہیں چاہتے کہ ہمارے معاشرے میں اسلامی اقدار کا احیاء ہو۔

اللہ کے باغی' شیطان کے ساتھی' عریانی' فحاشی' بے حیائی' بد کاری اور بے ہودہ فیشن کے دلدادہ' جوا اور شراب و شباب کے رسیا' حیاسوز ناچ گانوں اور مجروں کے تماش بین' آوارہ' بد کردار اور بد چلن لوگ اللہ اور اسکے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف سے قرار دی گئی ہر بدی اور حرام کو حلال قرار دے کر خود کو ترقی پسند' روشن خیال' ماڈریٹ اور لبرل مسلمان کا لقب دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی عیاش اور گمراہ لوگوں کیلئے قرآن مجید اور دیگر تمام آسمانی کتابوں میں بد ترین عذابِ جہنم کی وعید سنائی ہے۔

قرآن میں "غضِ بصر" کا حکم ہے' یعنی آنکھوں کے زنا سے منع کیا گیا ہے۔ عورتوں کے حسن اور ان کی زینت کی دید سے لذت اندوز ہونا مَردوں کیلئے اور اجنبی مَردوں کو دیکھ کر لطف اندوز ہونا عورتوں کیلئے آنکھوں کا زنا ہے۔ عیسائیوں کی مقدس کتاب انجیل میں بھی ایسا ہی کہا گیا ہے' مگر ہمارے ٹیلی ویژن پر تو حسیناؤں کے اشتعال انگیز جلوے دیکھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ قرآن میں عورتوں کے بارے میں حکم ہے کہ

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى . . . . . ﴾

(الاحزاب : ۳۳)

"اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور ایامِ جاہلیت کی طرح زینت و جمال کا مظاہرہ نہ کرو۔"

مگر ہمارے ٹیلی ویژن پر تو خواتین کے جسم کے نشیب و فراز کو نمایاں کر کے دکھایا جاتا ہے۔ اخلاقی اقدار کی تباہی کے لئے سادہ ناچ گانے کوئی کم خطرناک نہ تھے' کہ انہیں بد خیالی کے مناظر کے ساتھ پیش کر کے خطرناک ترین بنا کر پوری قوم کو فحش خواب دیکھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ جنسی خواب محض خواب نہیں رہتے' یہ گینگ ریپ اور عصمت دریوں میں بدل جاتے ہیں۔ اخبارات کے صفحات چیخ چیخ کر گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارے ذرائع ابلاغ جنسی بے راہ روی کے فروغ کی انتہائی تباہ کن اور خطرناک پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

عریانی و فحاشی کے علاوہ مزاحیہ ڈراموں اور سٹیج شوز میں مزاح کے نام پر اسلامی

اخلاقیات کی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں۔ ان پروگراموں میں جھوٹ' مذاق' طعنہ زنی' نام بگاڑنے' مکروفریب' دغابازی اور بے ادبی وغیرہ کی ترغیب دی جاتی ہے' جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ (الحُجرات : ١١)

"مومنو! نہ مَرد دوسرے مَردوں کا مذاق اڑائیں' ممکن ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک ان سے بہتر ہوں' اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں' ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور نہ ایک دوسرے کو طعنے دو اور نہ ایک دوسرے پر برے القاب چسپاں کرو۔ بہت ہی برا ہے ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا۔ اور جو لوگ ان باتوں سے توبہ نہ کریں گے تو وہی ظالم ہیں۔"

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ ﴾ (الھمزۃ : ١)

"اور ہلاکت ہے طعنے دینے والے' عیب لگانے والے کیلئے۔"

حد یہ ہو گئی ہے کہ ۲۳/اکتوبر کی رات کو ٹیلی ویژن پر مقابلہ حسن کا انعقاد بھی کر دیا گیا۔ ہم نے یہ پروگرام خود تو نہیں دیکھا' مگر شنیدہ اطلاعات کے مطابق کیپری بیوٹی سوپ بنانے والوں کے زیر اہتمام کراچی میں "بیوٹی فل گرل آف دی ایئر" مقابلہ ہوا جس میں ملک کی معروف ماڈل گرلز اور اداکاراؤں نے شرکت کی اور یہ مقابلہ ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا۔

جناب چیف ایگزیکٹو! ذرائع ابلاغ سے پھیلائی جارہی عریانی و فحاشی کے معاشرے پر پڑنے والے تباہ کن اثرات پر غور کریں' اسے معمولی برائی نہ سمجھیں' یہ صرف مشرقی اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو بدلنے کی گھٹیا کوشش ہی نہیں' بلکہ یہ ہمارے معاشرے کو گندا کرنے اور حیاسوز بنانے کی بدترین شیطانی سازش بھی ہے۔ اسے روشن خیالی اور ترقی پسندی کا نام دے کر نظرانداز نہ کریں' بلکہ اسے کلچرل دہشت گردی قرار دے کر اس کے انسداد کی سخت تدابیر اختیار کریں۔ شرم و حیاء سے عاری ٹیلی ویژن کے کلچر

پروگرام نسل نو کے لئے زہرہلاہل بن چکے ہیں۔اس زہر کا تریاق ڈھونڈنے میں مزید تاخیر نہ کریں۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے' ذرائع ابلاغ کی پُر فریب قوت سے یہاں شیطانی تہذیب کو نافذ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔اسلامی معاشرے میں عورت کا نہایت اہم مقام ہے۔وہ ایک ماں' بہن' بیٹی اور بیوی ہے' مگر ذرائع ابلاغ میں اسے ایک محبوبہ اور ماڈل گرل بنادیا گیا ہے۔عورت کی اس سے بڑی توہین و تذلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا تقدس اور احترام اس سے چھین کر اسے محض ایک اشتہاری چیز بنادیا جائے!

قوموں کی ترقی' معاشرے کی تعمیر اور نسل نو کی تعلیم و تربیت میں عورت بنیادی کردار کی حامل ہے۔اور یہ اسی صورت میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکتی ہے جب اسے ماں' بہن' بیٹی اور وفاشعار بیوی کے روپ میں پیش کیا جائے۔ماں' بہن' بیٹی اور بیوی کا کردار اسلام میں متعین کر دیا گیا ہے اور اس میں حسن و جمال اور جسمانی نشیب و فراز کی نمائش کی کوئی گنجائش نہیں۔دنیا کے ہر دانشور نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ قوموں کے عروج و زوال میں سب سے زیادہ ہاتھ عورت کا ہے اور ماں کی گود ہر انسان کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔نپولین نے کہا تھا "مجھے بہترین مائیں دو' میں تمہیں بہترین قوم دوں گا۔" مگر ہمارے ذرائع ابلاغ کہتے ہیں "ہمیں خوبصورت عورت دو' ہم تمہیں تفریح کیلئے بہترین بے حیائی دیں گے۔"

ہمارے چند نام نہاد دانشوروں نے عریانی و فحاشی کو ترقی کا نام دے رکھا ہے۔اور بدقسمتی سے یہی نام نہاد لوگ ذرائع ابلاغ پر قابض چلے آرہے ہیں جو کسی صورت بھی خواتین کو حجاب میں اور معاشرے میں اسلامی اقدار کے احیاء کو نہیں دیکھ سکتے۔

جناب چیف ایگزیکٹو! آپ ان نام نہاد روشن خیال ترقی پسند دانشوروں کے جھانسے میں نہ آئیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو سامنے رکھیں :

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ ﴾ (النور : ۲۱)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔اور جو کوئی اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔"

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ﴾ (البقرہ : ۲۶۸)

"شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا اور بے حیائی کی راہ سجھاتا ہے۔"

اسلامی معاشرہ میں عریانی و فحاشی پھیلانے والوں کو انتباہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ (النور : ۱۹)

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو' ان کیلئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔"

گزشتہ دونوں حکومتیں جس ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئی ہیں یقیناً ان کی اس ذلت و رسوائی میں دیگر عوامل اور ان کی سیاہ کاریوں کا بھی دخل ہو گا' مگر ہمارے خیال میں ان کے زوال کی سب سے بڑی وجہ پاکستان کے اسلامی معاشرے میں ٹیلی ویژن کے ذریعے عریانی و فحاشی پھیلانے کی پالیسی پر عمل کرنا تھا۔ ہم نے ہر دو حکمرانوں تک بار بار بذریعہ اخباری اشتہار اور خطوط اللہ تعالیٰ کا مذکورہ بالا حکم پہنچایا' مگر دونوں نے اس پر توجہ نہ دی' اس لئے کہ شیطان نے بے حیائی کو پُر فریب اور پُرکشش بنا کر ان کے سامنے پیش کئے رکھا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے انتباہ کے مطابق وہ دنیا کے عذاب میں مبتلا ہو گئے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ گزشتہ حکمرانوں کے انجام سے عبرت پکڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کے انتباہ کو اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھتے ہوئے ذرائع ابلاغ سے عریانی' فحاشی اور بے حیائی کے خاتمے میں مزید تاخیر نہیں کریں گے۔ ذرائع ابلاغ کی اصلاح کی ایک ہی صورت ہے کہ عریانی و فحاشی کے دلدادہ قبضہ گروپ سے اسے آزاد کرا کر ایسے لوگوں کے حوالے کر دیا جائے جو "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی روح کے مطابق انہیں چلانے کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہوں۔

جناب چیف ایگزیکٹو! ہماری تجویز ہے کہ آپ ایسی پالیسی ترتیب دیں کہ پی ٹی وی کی نشریات سے لچر ڈرامے' لچر اشتہارات' لچر سٹیج شوز اور دیگر حیاسوز پروگراموں کا خاتمہ ہو اور مملکت خداداد پاکستان میں حقیقی خوفِ خدا اور فکر آخرت رکھنے والا ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکے۔

ملک احمد سرور

جنرل سیکرٹری' تحریک اصلاحِ معاشرہ پاکستان

پوسٹ بکس ۶۲۱۶ لاہور

تاریخ اُندلس اور مسلمان

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی کتاب ''تاریخ اُندلس'' سے انتخاب

سپین کو ہسپانیہ اور اُندلس بھی کہتے ہیں۔ یہ یورپ کا بڑا ہی خوبصورت ملک ہے۔ پہلی صدی ہجری میں جب مسلمانوں کی ثقافت اپنے جلال و جمال، علم و عمل، توحید و تقویٰ اور قوت و صولت کی وجہ سے بامِ عروج پر تھی تو سپین شرک و جہالت، ناخواندگی و افلاس اور معاشرتی بیماریوں میں مبتلا پس ماندہ ملک تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہاں سرطانی اداروں کی حکومت تھی۔ سرطانی اداروں کا مطلب ہے، فرعونی، ہامانی، قارونی اور آزری ادارے۔ ان چاروں اداروں کی صراحت کردی جاتی ہے۔ فرعونی ادارے سے مراد آمرانہ حکومت یا مطلق العنان بادشاہت ہے۔ بادشاہ عموماً اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجائے اپنا حکم چلاتے تھے۔ اس لئے انہیں تلمیح کے طور پر ''فرعون'' کہتے ہیں۔ اب جو بھی حکمران ایسا کرتے ہیں وہ بھی حقیقت میں فرعون ہیں۔ ان کے وزیروں، درباریوں اور حکام کو ''ہامان'' کہا جاتا ہے۔ ہامان بادشاہوں کے احکام کو نافذ کرتے اور ان پر عمل درآمد کراتے تھے۔ فرعونوں کی حکمت عملی یہ ہوتی تھی کہ وہ لوگوں پر حکومت کرنے اور رعایا کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھنے کی خاطر ہامانوں کی طرح جاگیرداروں، بڑے بڑے زمینداروں، امیروں، سرمایہ داروں، سود کاروں کا طبقہ قائم کرتے تھے جس کیلئے ''قارونی'' ادارے کی تلمیح اختیار کی جاتی ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون اپنی حکومت کو مضبوط و مستحکم کرنے اور رعایا کو اپنا مطیع و فرماں بردار رکھنے کی خاطر ہامانی اور قارونی اداروں کے ساتھ ''آزری'' ادارہ بھی قائم کرتے تھے۔ آزری ادارے سے مراد جھوٹی مذہبی پیشوائیت ہے۔ فرعون، ہامان اور قارون اپنے اپنے مفادات کی خاطر اس جعلی مذہبی یا آزری ادارے کی سرپرستی کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ اس کے بدلے آزر یا علماءِ سوء اور جھوٹے مشائخ فرعونی حکومت اور ہامانوں اور قارونوں کی حمایت کرتے اور ان کی شان میں قصیدے پڑھتے اور لوگوں کو ان کے احکام پر، چاہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، عمل کرنے کی ترغیب دیتے تھے، اور ان کے مظالم کو خاموشی سے برداشت کرنے کی تلقین کرتے اور اسے صبر و توکل اور تقدیر سے تعبیر کرتے تھے۔ آزر اب بھی یہی کرتے ہیں۔

یہ ادارے رعایا کو اپنا غلام و محکوم اور محتاج و دست نگر بناتے اور لوگوں کو ان کے انسانی یا بنیادی حقوق (مثلاً روزگار، روٹی، مکان، لباس، مفت تعلیم و تربیت، مفت علاج معالجے، مفت عدل و انصاف، احترامِ انسانی، آزادی و مساوات، کسب اور تقریر و تحریر کی آزادی وغیرہ) سے محروم رکھتے تھے۔ اور اس

کے نتیجے میں معاشرے میں طرح طرح کی سرطانی برائیاں پھیل جاتی تھیں۔ مثلاً شرک و بُت پرستی، ظلم و گناہ، بے حیائی و رشوت ستانی، سود خوری و کاروباری بد دیانتی، جرائم و فساد وغیرہ۔ اس پر ان ظالمانہ اداروں کو سرطانی اداروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سپین (Spain) کے معاشرے میں دُنیا کے دیگر ملکوں کی طرح سرطانی بیماریاں وبا کی صورت اختیار کر چکی تھیں۔ سرطانی ادارے رعایا پر بے پناہ ظلم کرتے، ان کا استحصال کرتے اور ان کے انسانی حقوق سلب کرتے اور انہیں اپنا غلام بناتے، لیکن ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی، ان کو کنیزیں سمجھا جاتا تھا، ان کو کچھ حقوق حاصل نہ تھے، ان کو پڑھانا معیوب سمجھا جاتا تھا، اس لئے وہ اَن پڑھ ہوتی تھیں۔ بردہ فروشی کا عام رواج تھا۔ کیتھولک کلیسا کی خرابیوں اور سرطانی برائیوں میں مبتلا ہو جانے کے سبب شرک و بُت پرستی زمانے کا دستور تھا۔ لوگ خدا آشنا تھے نہ خود آشنا۔ اس کے نتیجے میں قوم مذہبی عصبیت اور فرقہ واریت کا شکار تھی اور اس میں اتحاد و اتفاق کا فقدان تھا۔ طبقاتی منافرت و مخاصمت بھی زوروں پر تھی۔ لوگ صنعت کاری سے قریب قریب ناآشنا تھے۔ آبپاشی، نکاسی آب وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ سرطان زدہ سپین کی اس حالت زار کی خبر اُموی حکمرانوں کو پہنچی تو انہوں نے رعایا کو سرطانی اداروں کی محکومی و غلامی سے نجات دلانے اور ان کو ان کے بنیادی حقوق دلانے نیز شرک و بُت پرستی اور جاہلانہ رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگوں کو ان سے چھٹکارا دلانے اور انہیں توحید کی راہِ مستقیم پر چلانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے جہاد کی ضرورت تھی۔ یعنی بنی نوع انسان کو ان کے انسانی حقوق دلانے کی خاطر ان کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں، معاشرتی سرطانوں اور سرطانی اداروں کے خلاف جان و مال اور قلم و زبان اور جدید و قدیم ہر قسم کے ہتھیاروں سے جنگ کرنا۔ مسلمانوں سے جب سپین کے مظلوم و گمراہ اور محکوم و غلام لوگوں کی زبوں حالی اور حالت زار دیکھی نہ گئی تو انہوں نے سپین پر چڑھائی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

ہمیں یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام تحریک توحید و رحمت ہے، لہٰذا سچا مسلمان وہ ہے جو موحد و مجاہد اور نوعِ انسانی سمیت جملہ مخلوقات کے لئے رحمت ہو۔ رحمت محبت اور احسان و ایثار کو چاہتی ہے۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کے سپین پر حملہ کرنے کا اصل محرک و سبب ان کے لئے "رحمت" بنتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں سرطانی اداروں کے طوقِ غلامی سے ان کی گلو خلاصی کرانا تھی۔ ان کے دلوں میں حسن انقلاب، دُنیوی و اُخروی حسنہ، حیاتِ طیبہ، علم و حکمت، آزادی ضمیر، کفالت اجتماعیہ، تکریم انسانی، توحید اور انسانی حقوق کی آرزو کو زندہ کرنا تھا۔ ان کو مہذب و متقی اور موحد و صالح بنانا تھا۔ اس مقصد کے لئے جو جنگ کی جائے اسے جہاد کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جہاد فرض ہے اور ہر مسلمان کے لئے مجاہد ہونا ناگزیر ہے۔

پہلی صدی ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کی۔ معاشرہ اتحاد و اتفاق اور قومیت کی علامت ہوتا ہے۔ اس معاشرے کی بنیاد "قرآن حکیم" کے احکام و

تعلیمات پر رکھی گئی تھی۔ قرآن حکیم آخری الہامی کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات و احکام علم و حکمت پر مبنی ہیں' اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نور و ہدایت کہا ہے۔ قرآنی تعلیمات بڑی ہی پاکیزہ' اعلیٰ' ایمان افروز' حیاتِ آفرین اور حکمت آموز ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی شخصیت اور تعلیمات بھی ایسی ہی تھیں۔ چنانچہ ان دونوں کا اثر تھا کہ مسلمان بڑے ہی متقی' خلیق و حلیم' عادل و محسن اور جفاکش و مجاہد تھے۔ وہ موحد تھے' اس لئے صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے' معاشرتی سرطانوں اور سرطانی اداروں سے نہیں ڈرتے تھے۔ انہیں دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت' حکومت اور شخصیت کا خوف نہ تھا۔ انہیں اپنی جان کا بھی خوف نہ تھا' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ موت کا وقت مقرر ہے۔ وہ اسلام کے تحفظ کے لئے جان و مال قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان سے بڑی بڑی حکومتیں خوف کھاتی تھیں' لیکن جہاں تک اپنے دینی بھائیوں کا تعلق تھا' وہ ایک دوسرے کے دوست و غم خوار تھے۔

اسلام چونکہ توحید و تقویٰ' حق و صداقت' عدل و احسان اور علم و حکمت کا علمبردار ہے اس لئے مسلمان موحد' حق پرست اور علم دوست تھے' لیکن شرک و بُت پرستی اور ظلم و جہل کے سخت دشمن تھے اور دُنیا کو ان خطرناک بیماریوں سے پاک و صاف کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اسلام کے نزدیک انسان صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ یا غلام ہے' اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طاقت یا شخصیت کا غلام نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر مسلمان غلامی کے دشمن اور انسان کی آزادی اور تکریم کے علمبردار تھے۔ یہ قرآن حکیم ہی ہے جس نے سب سے پہلے انسان کے انسانی یا بنیادی حقوق کو تسلیم کیا اور مسلمانوں کو دُنیا کے تمام انسانوں کے بنیادی حقوق کا محافظ بنانے کا حکم دیا۔ اسی طرح اسلام نے دوسری اقوام کی رہنمائی اور ہدایت کی ذمہ داری بھی مسلمانوں پر ڈالی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی مقدور بھر کوشش کی۔ چنانچہ اُندلس کی فتح بھی ان کی ایسی ہی کوشش کا نتیجہ تھی۔

اُندلس کی فتح مسلمانوں کا ایک عہد ساز و حیرت انگیز کارنامہ ہے اور ان کی حکومت تاریخ عالم کا ایک درخشاں باب ہے۔ مسلمانوں نے اُندلس پر تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی۔ اگر ان کا موازنہ برصغیر پاک و ہند کی برطانوی حکومت سے کریں' جو مغربی پاکستان میں ایک صدی اور مشرقی پاکستان (سابقہ' موجودہ بنگلہ دیش) اور بھارت میں دو صدیوں سے بھی کم رہی تو اُندلسی حکمرانوں کے تدبر و فراست' جرأت و ہمت اور حکمت عملی کی داد دینا پڑتی ہے اور یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ مسلمان انیسویں صدی کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ' طاقتور انگریز قوم سے' جس کی حکومت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا ہر لحاظ سے بدرجہا بہتر تھے۔ اس موازنے سے مسلمانوں کی عظمت پارینہ کی ایک جھلک دیکھنے سے موجودہ محققین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ تاریخ کا یہ بڑا ہی بصیرت افروز اور عبرتناک المیہ ہے کہ یورپ کے مؤرخوں نے مذہبی تعصب کی بنا پر مسلمانوں کی حکومت اُندلس کی تاریخ کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ ان پردوں کو چاک کرنے اور تاریخ اُندلس کو حقائق اور اصل واقعات کے آئینے میں دیکھنے

تقسیم کشمیر کے بارے میں امیر تنظیم اسلامی کی تجویز کے جواب میں بھارت کی معروف سیاسی شخصیت سید شہاب الدین

کے تائیدی مراسلے کا اردو ترجمہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں نے آپ کے جریدہ کے تازہ شمارہ میں مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے آپ کی تجویز دیکھی ہے۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی یہ تجویز میری اس تجویز کے بہت مشابہ ہے جو میں شروع سے پیش کرتا آرہا ہوں۔ میرا موقف اس حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ ریاست ایک کثیر النسلی اور تاریخی لحاظ سے مصنوعی ساخت کی حامل ریاست ہے۔ چنانچہ شمالی علاقے اور پیر پنجال سے نیچے کے جنوب مغربی' پنجابی بولنے والے حصے کو پاکستان میں شامل ہونا چاہئے جبکہ لداخ اور جموں کا حصہ بھارت کے ساتھ رہنا چاہئے۔ وادی کو جو جغرافیائی' لسانی اور ثقافتی طور پر ایک شے ہے' پاکستان اور بھارت کی مشترک چھتری کے نیچے مکمل داخلی خود مختاری حاصل ہونی چاہئے' جیسا کہ سپین اور فرانس کی سرحد پر واقع اندورا (Andorra) کا معاملہ ہے۔ وادی کی تعمیر و ترقی' دفاع اور خارجی تعلقات کی ذمہ داری پاکستان اور بھارت مل کر ادا کریں۔ کشمیریوں کو پاکستان اور بھارت' دونوں کے اندر آنے اجازت ہو لیکن اس کے برعکس پاکستان یا ہندوستان کے کسی شہری کو وادی میں جاکر آباد ہونے کی اجازت نہ ہو۔ میرے نزدیک یہی ایک حل ہو سکتا ہے جس سے تمام فریقین یعنی بھارت' پاکستان اور کشمیریوں کے مفادات کی تکمیل ہوتی ہے۔

سید شہاب الدین
سابق ممبر پارلیمنٹ
ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف انڈیا
ایڈیٹر ماہانہ مسلم انڈیا